بچوں کی

قصص الانبیاءؑ

حصہ سوم

مرتبہ

آمۃ اللہ تسنیمؒ

ناشر

مکتبہ اسلام ۱۷۲/۵۴ محمد علی لین گوئن روڈ لکھنؤ

۱۴۳۴ھ ــــــــــ ۲۰۱۳ء

نام کتاب: .... قصص الانبیاء

مرتبہ: .... اَمۃ اللہ تسنیمؒ

کمپوزنگ: .... نازیہ حامد (ڈالی گنج، لکھنؤ)

طباعت: .... کاکوری آفسٹ پریس، لکھنؤ

قیمت: Rs.25/-

ملنے کا پتہ:

مکتبۂ اسلام، رؤف مارکیٹ، ۴۱ گوئن روڈ، لکھنؤ

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کنعان سے مصر کی طرف

حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کی ساری اولاد کنعان سے مصر کی طرف منتقل ہوگئی اور اس نے یہاں بودوباش اختیار کرلی۔

مصر والے جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنا سردار سمجھتے تھے اور ان کا احترام کرتے تھے، اسی طرح ان کے خاندان کا بھی انھوں نے احترام کیا، اور ان کے آنے اور رہنے سے بہت خوش ہوئے اور مصر ان کا وطن ہوگیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا انتقال

کچھ عرصہ بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کا انتقال ہوگیا، ان کے انتقال سے حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کو جو غم ہوا وہ تو ہوا، لیکن سچی بات یہ ہے کہ سارے مصریوں پر ان کی وفات

کا اثر پڑا، اور اس طرح ان کو غم ہوا جیسے اولاد کو باپ کے انتقال پر ہوتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا انتقال

حضرت یوسف علیہ السلام عدل و انصاف اور لطف و محبت کے ساتھ مدتوں مصر پر حکومت کرتے رہے اور اللہ کی مخلوق کو اپنی خداداد صلاحیتوں سے فائدہ پہونچاتے رہے ان کی حکومت سے لوگوں کو زندگی کا مزا آگیا، اور امن وچین کی زندگی لوگوں کو نصیب ہوئی۔

ساری رعایا آرام و راحت کی زندگی گزارتی تھی اور ان کو دعائیں دیتی تھی، جتنا عرصہ اللہ کا حکم تھا انھوں نے حکومت کی، پھر ان کا بھی انتقال ہوگیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے انتقال سے مصر والوں پر رنج والم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ایسا غم ہوا کہ وہ اپنا اپنا غم بھول گئے، گویا اس سے پہلے ان کو کوئی مصیبت ہی نہیں پہونچی تھی۔ انسان تو انسان، مصر خود بے رونق ہو کر رہ گیا اس کی رونق موتی کی آب کی طرح اُتر گئی، اس کی بہار اُلٹ گئی، اس کا چمن اُجڑ گیا۔

مصر کا ہر باشندہ یتیم معلوم ہونے لگا لوگ دیوانہ وار سراسیمہ

وبدحواس روتے اورآہ وزاری کرتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں اوران کی اولاد کے پاس پہونچے رورو کر کہنے لگے کہ آپ کو جو تکلیف اور جو صدمہ اپنے عزیز اور شفیق بھائی کی موت سے پہونچا ہے، اس سے کم ہی ہم کو نہیں پہونچا اور جو نقصان آپ کو پہونچا ہے وہ ہمارے نقصان سے زیادہ نہیں۔ افسوس ہم ایسے شفیق رحم دل عادل اور منصف مزاج بادشاہ کو کھودیا اور ایسا نقصان اُٹھایا جس کی تلافی اب ممکن نہیں۔

ہائے قسمت! وہ شخص ہم سے چھن گیا جس سے لاکھوں کو فائدہ پہونچا۔ مخلوق خدا کو آرام ملا، جس سے شہروں کی بدامنی دور ہوئی۔ ظلم وستم کافور ہوا جس کی وجہ سے لوگوں کو اطمینان اور چین کی زندگی نصیب ہوئی۔

ہائے افسوس! ہمارے درمیان سے وہ ہستی اُٹھ گئی، جس پر ہم کو ناز تھا جو ہمارے لئے باعث رحمت تھی، جس نے مظلوموں کی فریادسنی، بیکسوں کی مدد کی، ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کی۔

اے ہمارے سردار! ہماری زندگی جانوروں سے بدتر تھی، انھوں نے ہمیں انسان بنایا، برے بھلے کی تمیز سکھائی۔ سیدھے راستہ پر چلنے کے گر بتائے، نہ اللہ پر ہمارا ایمان تھا، نہ آخرت پر

یقین تھا۔ نہ ہم اللہ کو پہچانتے تھے نہ رسول کو۔ انھوں نے ہمیں اسلام کی دعوت دی نیک کاموں کا حکم دیا، بری باتوں سے منع کیا۔ ہر برائی سے باز رکھا، ہر بھلائی پر آمادہ کیا۔

قحط کے زمانہ میں جب کہ دوسرے شہروں کے لوگ بھوکوں مر رہے تھے، انھوں نے ہمارے پیٹ بھرے، غرض ہم کن کن خوبیوں کو یاد کریں اور کس کس بات کا رونا روئیں۔

بھلا ہم ایسے شفیق، مربیّ اور رحم دل بادشاہ کو بھول سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ زندگی بھر نہیں بھول سکتے، وہ بھولنے والی ہستی نہیں ہیں، اس طرح ہم آپ لوگوں کو بھی فراموش نہیں کر سکتے، آپ کے مصر میں آنے سے جو خوشی ہمارے سردار کو ہوئی تھی اور جس قدر ہم سب خوش ہوئے تھے وہ آپ کو معلوم ہے، اس شہر کو اپنا سمجھیے اور ہم لوگوں کو اپنا خادم جانیۓ۔

بنی اسرائیل

کنعانی خاندان بنی اسرائیل کے لقب سے پکارا جاتا تھا اور اسی لقب سے مشہور ہوا، یہ خاندان زمانہ تک ایک حالت میں رہا اور مصری ان کی فضیلت کو سمجھتے رہے، اور ان کی عزت کرتے رہے۔

جب تک یہ خاندان شرف و عزت میں، نیکی اور صلاحیت میں ممتاز رہا، مصریوں کے دلوں پر ان کی حکومت رہی اور پورا مصر ان کا گرویدہ رہا۔

مگر جب بنی اسرائیل کے اخلاق بگڑ گئے، عادتیں خراب ہوگئیں لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا، سیدھے راستہ پر چلانا، اللہ کی عبادت پر مائل کرنا بھول گئے، اور دنیا کی آرائش اور اس کی زیب و زینت پر فریفتہ ہوگئے اور دنیا پر ایسا گرے جیسے مکھی شہد پر گرتی ہے۔ جب یہ دین سے غافل ہوئے تو دنیا والے ان کو بھول گئے جب یہ دنیا کی طرف لپکے تو دنیا اُن سے بھاگی۔

انہوں نے دین کو فراموش کر کے اللہ سے غافل ہو کر، دنیا پسند کی تو دنیا نے ان سے منھ موڑا، اب حسب و نسب کے سوا کوئی شرف ان میں باقی نہ رہا، خوبیوں کی جگہ برائیوں نے لے لی، کوئی برائی ایسی نہ تھی جو ان میں نہ ہو، مالداروں پر حسد کرتے تھے، غریبوں پر ظلم کرتے تھے، بیکس و مجبور پر ترس نہ کھاتے تھے، غرض یہ کہ ہمدردی محبت سے کوسوں دور اور انسانیت سے بالکل بے بہرہ ہوگئے تھے۔

مصریوں کا قاعدہ تھا کہ جو دوسرے شہر سے آتا تھا، خواہ مصر میں اس کی عمر تمام ہو جائے اور اس کی نسلیں گزر جائیں، مصری اس

کو پردیسی ہی سمجھتے تھے، اسی طرح کنعانی خاندان کو بھی مصریوں نے پردیسی سمجھا اور اپنی سابقہ عادات کے مطابق ان سے طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لیں، گویا کبھی جان پہچان ہی نہ تھی اور کبھی ان سے کوئی وعدہ ہی نہیں کیا تھا، اللہ اکبر! زمانہ کا انقلاب اور دنیا کی بے ثباتی! چند ہی دن بعد مصری حضرت یوسف علیہ السلام کی مہربانیوں اور ان کی شفقتوں کو بھول گئے اور ان کے خاندان سے آنکھیں پھیر لیں، یہ سب اس لئے ہوا کہ بنی اسرائیل اللہ کو بھولے، وہ اللہ کو بھولے، تو دنیا ان کو بھولی، انہوں نے دینی خوبیوں کو چھوڑا تو دنیا نے ان سے منہ موڑا، انہوں نے غریبوں کو حقیر سمجھا، بیکسوں کی مدد نہ کی تو دنیا نے بھی ان کے ساتھ بے وفائی کی اور وہ ذلیل وخوار ہوئے۔

مصر کی حکومت بدبخت فرعون کے ہاتھ میں

حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد مصر میں کئی بادشاہوں نے یکے بعد دیگرے حکومت کی اور ان سب بادشاہوں کو بنی اسرائیل سے سخت نفرت تھی۔

کچھ دنوں کے بعد مصر کے تخت پر فرعون کے منحوس قدم آئے،

یہ بادشاہ بہت مغرور، سرکش اور بڑا ظالم تھا، اپنے آگے کسی کی کچھ حقیقت نہ سمجھتا تھا، اپنے کو خدا سمجھتا تھا، کہتا تھا اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی، یعنی میں تمہارا سب سے بڑا خدا ہوں، میری پرستش کرو، میرے آگے سر جھکاؤ، میری اطاعت کرو اور عبادت کرو"۔

فرعون کو اپنی سلطنت پر بڑا گھمنڈ تھا، اپنے محل دو محلوں پر ناز تھا، اپنی قوت و طاقت پر فخر تھا، لوگوں سے کہتا تھا کہ یہ ملک میرا ہے اس ملک کی حکومت میرے ہاتھ میں ہے، دریائے نیل میرے محلوں کے نیچے اٹھکھیلیاں کرتا ہے، میں وہ ہوں کہ سب کچھ میرے قبضہ میں ہے۔

بنی اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد تھے، نبی زادے تھے، مسلمان تھے، حق پرست تھے، ہزار ان کے اخلاق بگڑ گئے تھے، عادتیں خراب ہوگئی تھیں لیکن ایمان تو سلامت تھا، وہ اللہ کی بندگی چھوڑ کر فرعون کی بندگی کیوں اختیار کرتے، اللہ کو چھوڑ کر، اپنے پیدا کرنے والے سے منھ موڑ کر اس نافرمان سرکش کی اطاعت کیوں کرتے۔

فرعون ایسا بد دماغ آدمی تھا کہ کبھی اس کے دل میں یہ خیال نہ آیا کہ بنی اسرائیل کس کی اولاد ہیں، ایک منٹ کے لئے بھی یہ خیال

نہ پیدا ہوا کہ یہ نبی زادے ہیں، یہ حضرت یوسف علیہ السلام شاہ مصر کا خاندان ہے، یہ خاندان اس قابل ہے کہ اس کی تعظیم و تکریم کی جائے یہ اس قابل ہے کہ اس کے ساتھ نرمی اور محبت کا برتاؤ کیا جائے۔

توبہ! وہ کیا سمجھتا، جس کے دماغ میں یہ سمائی ہو کہ۔

''میرا جیسا کوئی نہیں'' وہ دوسروں کو کب خاطر میں لاسکتا تھا، وہ تو سمجھتا تھا کہ قبطی شاہی خاندان سے ہیں، یہی حکومت کے لائق ہیں اور ان ہی کو حکومت کرنا چاہئے، چنانچہ بنی اسرائیل سے ذلیل سے ذلیل اور بدتر سے بدتر کام لیتا، گھوڑوں، گدھوں کی خدمت کراتا، بوجھ اٹھواتا، مزدوری کراتا اور اجرت اتنی ہی دیتا جو دن بھر کو کافی ہوتی، بس۔

جب فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا تو تمام قبطیوں نے اس کی اطاعت قبول کی، اس کو اپنا معبود سمجھے، اس کے آگے سر جھکایا، اسی سے مرادیں مانگیں، لیکن بنی اسرائیل اس سے کوسوں دور رہے۔

فرعون کو جب اس کی خبر لگی کہ بنی اسرائیل اس کی خدائی کو نہیں مانتے، اس کی اطاعت قبول نہیں کرتے، اس کی معبودیت کے منکر ہیں، تو وہ غصہ میں آگ بگولہ ہو گیا اور دن رات نت نئی تکلیفیں پہونچانے لگا، اور سخت سے سخت سزائیں ان کو دینے لگا۔

قتل عام

ایک مرتبہ ایک نجومی فرعون کے پاس گیا اور کہا: ”اے بادشاہ! مجھے ستاروں کی گردش سے معلوم ہوا ہے کہ بنی اسرائیل کے خاندان میں عنقریب ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے جو آپ کا تخت و تاج اُلٹ دے گا“۔

فرعون یہ سن کر بدحواس ہو گیا اور بدحواسی کے عالم میں کھڑا ہو گیا، پھر بیٹھ گیا، پھر کھڑا ہو گیا، اور دیوانہ وار تدبیریں سوچنے لگا، سوچتے سوچتے یہ ترکیب سمجھ میں آئی کہ بنی اسرائیل کے خاندان میں جتنے لڑکے پیدا ہوں قتل کر دیئے جائیں۔ یہ ترکیب جو اس کی سمجھ میں آئی تو اس کی جان میں جان آئی، اور اطمینان کی سانس لی، پھر پولیس کو حکم دیا کہ تم بنی اسرائیل کے گھروں پر پہرہ لگا دو، اور ہر طرف سے ان کے گھروں کو گھیر لو، اور جیسے ہی سنو کہ فلاں گھر میں بچہ پیدا ہوا ہے فوراً قتل کر دو۔

فرعون کے حکم کی دیر تھی، حکم ملتے ہی بنی اسرائیل کے گھروں پر زبردست پہرہ لگ گیا اور بے پناہ قتل عام شروع ہو گیا، فرعون سمجھتا تھا کہ ہم مالک ہیں، ہم قادر ہیں، ہمیں سارے اختیارات

حاصل ہیں، ہم جو چاہے کریں، کوئی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، ہم جسے چاہیں قتل کریں اور جسے چاہیں چھوڑ دیں، کسی کو چوں و چرا کی مجال نہیں دم مارنے کی طاقت نہیں، بنی اسرائیل نے اس فرعونی حکم کو سنا اور بے زبانی اور صبر وتحمل کے ساتھ اس ظلم وتعدی کو برداشت کیا اور اپنی آنکھوں سے فرعون کی قربان گاہ پر اپنے معصوم بچوں کو قربان ہوتے دیکھا۔

بھیڑ بکری کی طرح بچے ذبح ہورہے ہیں اور ماں باپ عزیز واقارب صبر وسکون کے ساتھ یہ کریہہ منظر دیکھ رہے ہیں، مجال تھی کہ اُف کرلیں، طاقت ہے کہ دم مارلیں، بے بولے تو یہ آفت آئی تھی، بولتے تو نہ جانے کیا کیا ستم ڈھائے جاتے۔

شیر و ببر، بھیڑیئے اور ریچھ جنگلوں میں مست پھریں، سانپ بچھو لوگوں کے گھروں میں ٹھکانا بنائیں، کسی کو ڈسیں، کسی کو کاٹیں، مگر وہ بے خوف ہیں، ان سے کوئی نہیں بولتا ان کے مارنے کی کسی کو فکر نہیں اور بنی اسرائیل کے بچے فرعون کی سلطنت میں ایک دن زندہ نہ رہ سکیں، افسوس! ہزارہا بچے والدین کی آنکھوں کے نور اور دل کی راحت، انہیں کے سامنے ذبح کئے جارہے ہیں، اور وہ دیکھ رہے ہیں۔

اللہ اکبر! یہ تو کوئی بنی اسرائیل کے دل سے پوچھے کہ ان بے گناہ معصوم خوبصورت بچوں کے قتل سے تمہارے دلوں پر کیا گذری، اور یہ پوچھنے کی بات نہیں ہر ماں باپ اس کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ زمانہ بنی اسرائیل کے لئے کتنے رنج وصدمہ کا اور کیسے دکھ درد کا تھا۔

بنی اسرائیل بیچارے اس بدبخت فرعون کے ہاتھوں اس کے ظلم وزیادتی کی وجہ سے پہلے ہی نیم جان ہو چکے تھے، اس مصیبت نے اور جان پر بنا دی اور ان سے کچھ کرتے نہ بنا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آمد

اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ جس چیز سے فرعون ڈرتا ہے اور جس ڈر سے اس نے ہزاروں بچوں کو قتل کیا ہے اور لاکھوں کے دلوں کو اس قتل عام سے زخمی کیا ہے وہی چیز اس کے سامنے لائیں اور اس کے محل میں اسی کے ہاتھوں اس کی پرورش ہو۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تقدیر میں لکھ چکا تھا کہ وہ فرعون کا ملک چھینیں گے، اس کا وہ تاج جس پر اس کو ناز تھا، اُتار پھینکیں گے، اور بنی اسرائیل کو فرعون کے ظالم ہاتھوں سے چھڑائیں گے اور اللہ کے بندوں کو فرعون کی بندگی سے چھڑا کر اللہ

واحد کی بندگی پر مائل کریں گے، اور اس کے بندوں کو کفر کی تاریکی سے نکال کر ایمان کی روشنی میں لائیں گے، سو وہی ہوا، اللہ کا ارادہ پکا اور سچا ہے، پورا ہو کر رہتا ہے، کافر برا مانا کریں۔

فرعون اللہ کی قدرت اور اس کی حکمت سے بے خبر تھا، وہ سمجھتا تھا کہ ہماری یہ تدبیر کارگر ہو گی، جب وہ لڑکا قتل ہو جائے گا تو کون ہمارا تخت چھینے گا اور کون ہمارا تاج اتارے گا، اس لاعلم اور بے خبر کو یہ خبر نہ تھی، کہ اللہ تعالیٰ جس کام کا ارادہ کرتا ہے اس کو پورا کر کے رہتا ہے، کوئی اس کے ارادہ کو روک نہیں سکتا، سارا زمانہ مل کر اگر کوشش کرے تب بھی اللہ قدرت والے کا ارادہ غالب ہو کے رہے گا۔

قصہ مختصر، عین قتل عام میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے نہ پولیس کی آنکھ کام آئی، نہ کان، نہ ان کی عقل نے رسائی کی نہ ذہانت نے کام دیا۔

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں بہت ڈریں، اور کیسے نہ ڈرتیں، خوبصورت چاند سا بھولا بھالا بچہ اور دشمن تاک میں گھر گھر پھرے لگے ہیں، پولیس کان لگائے ہے کہ جونہی بچہ کی آواز کان میں آئے اور وہ اچک لے، پھر مزا یہ کہ آج ہی کل میں دس بچے ان کے گھرانے والوں سے ان کی ماؤں کی گود خالی کر گئے ہیں، وہ غریب

مائیں کلیجہ تھام کر اور منھ دیکھ کر رہ گئیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں یہ ہولناک منظر دیکھ دیکھ کر گھبرا رہی تھیں، خطرہ پیش نظر تھا، اور کوئی صورت ان خونخوار ہاتھوں سے بچانے کی نظر نہیں آتی تھی، چھپائیں تو کہاں چھپائیں اور اگر رکھیں تو کیسے رکھیں، پولس گھات میں اور دشمن تاک میں۔

بچوں کے پیدا ہونے سے ماں باپ، عزیز واقارب کو جو خوشی ہوتی ہے وہ ظاہر ہے لیکن بنی اسرائیل کے یہاں جب بچہ پیدا ہوتا تھا تو ان پر رنج والم کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا تھا وہ دن ان کے لئے غم کا دن ہو جاتا تھا۔

یہی حال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا تھا، وہ اس خوبصورت بچہ کو دیکھ کر بجائے خوش ہونے کے بے چین ہو گئیں، طرح طرح کی ترکیبیں سوچیں مگر کوئی ترکیب بچانے کی سمجھ میں نہ آئی، ایک پہلو اگر کامیابی کا نظر آتا تھا تو دوسرا پہلو اس کو رد کر دیتا تھا۔

دریائے نیل

آخر کار اللہ تعالیٰ کو ان کی پریشانی پر ترس آیا، ان کو وحی بھیجی، کہ تم بے خوف وخطر اپنے بچہ کی پرورش کرو، اور جب قتل کی سازش

معلوم ہو تو بے دھڑک ان کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دینا اور گھبرانا نہیں ہم ان کی حفاظت کریں گے، اور یہ حفاظت تم تک واپس پہونچا دیں گے، پھر ہم ان کو اپنا رسول بنائیں گے۔

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو اطمینان ہوا، اوران کی بے چینی دور ہوئی، مگر پھر بھی ماں اور چاہنے والی ماں تھیں اس خوبصورت بچہ کو صندوق میں کیسے رکھیں گی اور کس دل سے بہا دیں گی، پھران کی جدائی کیسے برداشت کریں گی۔

صندوق میں بچہ کی کون خبر لے گا، وہ کیسے زندہ رہے گا، جب سانس رکے گی ختم ہو جائے گا؟ یہ باتیں اور یہ وساوس بار بار پیدا ہوئے، مگر وہ اللہ کی نیک بندی اور سچی مسلمان تھیں، سمجھ گئیں اور دل کو سمجھا لیا کہ اللہ کا وعدہ سچا اور پکا ہے، جب میرا رب اس کی حفاظت کا وعدہ فرما چکا ہے تو پھر ہم کیوں گھبرائیں اور کیوں بے چین ہوں، یہ سوچ سمجھ کر مطمئن ہو گئیں اور بڑے اطمینان کے ساتھ بچہ کی پرورش کرتی رہیں اور جب خطرہ محسوس ہوا تو فوراً بچہ کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دیا، اور ڈال کر پھر بے چین ہو گئیں، یہ ماں کی محبت کا تقاضا تھا، لیکن فوراً ہی اپنے کو سنبھالا اور اپنے رب کے وعدہ کو یاد کر کے اپنے دل کو تسلی دی کہ اللہ ہر جگہ محافظ ہے، پھر اس نے تو

حفاظت کا وعدہ بھی فرمایا ہے، اور گھر میں تو صندوق سے زیادہ خطرہ ہے، یہاں تو ہر وقت پولیس کا پہرہ ہے اور جا بجا دشمن تاک میں ہیں، یہاں رہتا تو میرے بچہ کی زندگی ضرور خطرہ میں پڑ جاتی، اب تو خاص اللہ کی حفاظت میں ہو گیا، یہ سوچ کر پھر مطمئن ہو گئیں اور اللہ کے بھروسہ پر بیٹھ گئیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل میں

فرعون کے کئی محل دریائے نیل کے کنارے کنارے اپنی شان دکھا رہے تھے، فرعون ہر محل میں جاتا اور بیٹھ کر دریا کی سیر کرتا تھا۔

ایک روز فرعون اپنے کسی محل میں بیٹھا دریا کی سیر کر رہا تھا، اس کے ساتھ اس کی ملکہ بھی تھی، فرعون کے محل کے نیچے دریائے نیل اپنی روانی کی بہار دکھلا رہا تھا، موجیں محل سے ٹکرا کے کبھی دوسری طرف نکل جاتیں اور کبھی ادھر آ کر محل سے اٹھکیلیاں کرنے لگتیں، فرعون اور ملکہ دونوں دریا کی روانی سے کھیل رہے تھے، اتفاق سے دونوں کی نگاہ بیک وقت ایک صندوق پر پڑی جو بہتا ہوا چلا آ رہا تھا، اور موجیں صندوق سے اس طرح کھیل رہی تھیں گویا صندوق کا استقبال کر رہی ہیں، ملکہ نے کہا:

''اے سردار! اس صندوق کو آپ دیکھ رہے ہیں؟'' فرعون نے کہا: مجھے تو لکڑی معلوم ہوتی ہے، شاید کسی درخت سے گری ہے وہی بہتی چلی آرہی ہے۔

ملکہ نے کہا: ''نہیں سرکار، یہ صندوق ہے، لکڑی نہیں ہے''

جب صندوق بالکل قریب آگیا تو لوگوں نے کہا بے شک یہ صندوق ہے۔

فرعون نے ایک خادم کو حکم دیا کہ اس کو نکال لاؤ۔

جب وہ صندوق آیا اور کھولا گیا تو لوگوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس میں تو ایک خوبصورت چاند سا بچہ لیٹا مسکرا رہا ہے۔

ہر ایک اس بچہ کو دیکھتا تھا اور حیرت کرتا تھا اور اس کی خوبصورتی دیکھ دیکھ کر تعجب کرتا تھا، بعض لوگوں نے کہا:

''حضور! ہمارا قیاس تو یہ کہتا ہے کہ یہ بچہ بنی اسرائیل کے خاندان کا ہے، قتل کے ڈر سے کسی نے صندوق میں رکھ کر بہا دیا ہے آپ اس کو فوراً قتل کر دیجیے چھوڑیئے نہیں۔

ملکہ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے اس معصوم بچہ کی محبت ڈال دی، انہوں نے بچہ کو گود میں اٹھا کر لپٹا لیا اور کہا: ''اے سردار! یہ تو بڑا پیارا بچہ ہے، میری اور آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، کیا عجب ہے کہ ہم

اس کو اپنا بیٹا بنالیں، یا ہمارے کسی کام آئے، اس کو قتل نہ کیجئے"۔

فرعون کے بھی جی میں آگئی اور اس نے ملکہ کی بات مان لی، اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے جلاّ دی حکم سے محفوظ رکھا۔

ترے محفوظ کو کوئی ضرر پہنچا نہیں سکتا
عناصر چھو نہیں سکتے، فلک دھمکا نہیں سکتا

اللہ کی شان اور اس کی قدرت ہے کہ جس بچہ کے ڈر سے لاکھوں بچوں کا خون ہوا، ہزار ہا بچوں کی جانیں تلف ہوئیں، سیکڑوں مائیں کلیجہ تھام کر اور دل پکڑ کر فرعون کے ظلم پر صبر کر کے خاموش ہوگئیں، وہی بچہ فرعون کے محل کی زینت بنا ہے، اسی سرکش فرعون کے محل میں فرعون کے ہاتھوں پرورش پارہا ہے۔

اب کوئی پولیس سے پوچھے کہ تمہارا وہ چوکی پہرہ کیا ہوا، تمہاری وہ ہوشیاری اور جاسوسی کہاں گئی، جس کی وجہ سے تم نے لاکھوں بچوں کا خون کیا، وہی بچہ تمہارے محل میں ہے اور تم کو کچھ علم نہیں۔

اے فرعون تو چوک گیا، تیری پولیس کی جاسوسی دھری رہ گئی، تیرا وزیر خطا کر گیا، تیرے لشکر کی بھی کوئی کوشش کام نہ آئی۔

اے فرعون تو نے اپنے پاؤں پر اپنے ہاتھ سے کلہاڑی ماری،

تیرے ظلم وزیادتی اور تیری قتل وغارت گری کی تجھ کو سزا ملنی چاہئے تھی، اگر موسیٰ علیہ السلام قتل ہوجاتے اور تیرے ظالم ہاتھوں سے نہ بچتے تو تجھے سزا کیسے ملتی، جس کی وجہ سے تو نے ہزاروں کے دل گھائل کیے اور بے شمار بچوں کی جانیں لیں، اسی دشمن کو تو اپنے گھر میں پرورش کررہا ہے، دیکھ تو نے اپنا نقصان خود کیا، اور اپنی ہلاکت کا اپنے ہاتھوں سے سامان کیا، اے لاعلم انسان، تیری کوئی کوشش کام نہ آئی، یہ تیری عقل ہے جس پر تجھ کو ناز ہے، یہی عقل خدا بننے کے لائق ہے؟ یہی لاعلمی خدائی کے قابل ہے؟

اللہ کا ارادہ ہوا کہ فرعون جو بنی اسرائیل کا دشمن اور ان کے خون کا پیاسا ہے، ان ہی بنی اسرائیل کے ایک فرد کو اسی سرکش فرعون کے ہاتھوں پرورش کرائیں، اس کا ارادہ پورا ہوا، اور اس کے ارادہ کو کوئی روک نہ سکا، ایک ملک کی پولیس کیا، اگر ساری دنیا کی پولیس اکٹھا ہوجاتی تب بھی یہ کام ہو کے رہتا۔

دائی

حضرت موسیٰ علیہ السلام، فرعون کے گھر کی رونق اور سارے گھر کا کھلونا بنے ہوئے تھے، جو اللہ کا بندہ آتا وہ ان کو دیکھ کر لیٹا

لیتا، پیار کرتا اوران کی خوبصورتی کو دیکھ کر حیرت کرتا۔

ملکہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر سو جان سے فدا تھی، جیسے شمع پر پروانہ۔

ملکہ کی محبت دیکھ کو چھوٹے بڑے، مرد عورت، خادم اور خادمائیں سبھی اپنی جانیں نثار کرنے لگیں، ایک تو وہ خوبصورت بچہ، پھر ملکہ کی جان، ملکہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک، بھلا کیوں نہ لوگ چاہتے اور کیوں نہ جانیں نثار کرتے۔

ملکہ نے حکم دیا کہ اس بچہ کے لئے دائی بلائی جائے، حکم پاتے ہی دائی حاضر ہوگئی۔

جب دائی نے بچہ کو گود میں لیا تو وہ رونے اور مچلنے لگا، ملکہ بچہ کی بے قراری نہ دیکھ سکی، فوراً گود میں لے لیا اور دوسری دائی بلانے کا حکم دیا۔

دوسری دائی آئی، بچہ اس کے پاس بھی نہ ٹھہرا، وہی رونا اور وہی مچلنا، اس طرح پانچ چھ دائیاں آئیں اور سب ناکام رہیں۔

گھر کے سب لوگ حیران، ملکہ پریشان کہ یہ معاملہ کیا ہے، اگر یہی حالت رہی تو بچہ کی پرورش کیسے ہوگی اور وہ کیونکر جیے گا۔

ہر دائی کی یہی کوشش تھی کہ بچہ ہمارے پاس آئے اور خوش

ہو، تا کہ ملکہ خوش ہوکر انعام دے، لیکن اللہ تعالیٰ کو تو کچھ اور منظور تھا، سب دائیاں اپنا منہ لے کر چلی گئیں، اور گھر والے ایک دوسرے کا منہ دیکھ کر خاموش ہو گئے۔

محل میں دن رات یہی چرچے، یہی باتیں، یہی شغل، ایک عورت: "اے ہے، بہن یہ تو بڑا انوکھا بچہ ہے، ایسا بچہ تو دیکھنے میں نہیں آیا"۔

دوسری: "ہاں بہن سچ کہتی ہو، ہے تو ایسا خوبصورت کہ ہاتھ لگانے سے میلا ہوتا ہے، مگر بھئی عجیب وغریب بچہ ہے، ایسا بچہ تو دیکھنا کیا معنی، سنا بھی نہیں، ارے وہ تو کسی دائی کو منہ ہی نہیں لگاتا، بھلا یہ بچہ زندہ رہ سکتا ہے، توبہ کرو، وہ کیا جیئے گا۔

پہلی: تین دن ہو گئے ہیں ابھی تک اسی طرح پڑا ہوا ہے یہ نہ جیئے گا، اس کی زندگی بہت مشکل ہے، مجھے تو بہت افسوس آتا ہے مگر کیا کیا جائے۔

ماں کی گود

(اللہ کا وعدہ پورا ہوتا ہے)

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا حال سنو، وہ اپنے

لختِ جگر نورِ نظر کے لئے ایسی بے قرار ہوئیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے دل کو نہ سنبھالتا، اور ان کو مطمئن نہ کرتا تو بہت قریب تھا کہ وہ سب حال ظاہر کر دیتیں، بس اب وہ خاموشی کے ساتھ اللہ کی رحمت کی منتظر تھیں کہ دیکھیں پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔

ایک روز اپنی بیٹی سے کہا، اے میری بیٹی اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ ہم تمہارے بیٹے کی حفاظت کریں گے اور حفاظت کے ساتھ تمہارے پاس پہونچادیں گے، بیٹی میرے پروردگار کا وعدہ سچا ہے، مجھے اُمید ہے کہ وہ زندہ سلامت ہے، تم جاؤ اور تلاش کرو کہ وہ صندوق کدھر گیا؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن صندوق کی تلاش میں نکلیں، اور دیکھتی بھالتی، ٹوہ لگاتی، فرعون کے محل میں پہونچیں اور وہیں ٹھٹھک کر کھڑی ہوگئیں اور کان لگا کر باتیں سننے لگیں، کئی عورتیں آپس میں باتیں کر رہی تھیں۔

ایک بولی: ''اے بہن ملکہ نے تو جس دائی کو شہر اسوان سے بلایا تھا وہ آئی؟''

دوسری: ''ہاں آگئی لیکن بچہ کا وہی حال ہے، وہی رونا اور وہی مچلنا''۔

تیسری: ''بیچارہ زندہ رہے، جب یہی حال ہے تو کاہے کو جیئے گا''۔

چوتھی: ''معلوم ہوتا ہے یہ چھٹی دائی ہے جو شہر اسوان سے آئی ہے''۔

پہلی: ''ہاں چھٹی ہے، ایسی صاف ستھری ہے کہ تم دیکھو تو خوش ہو جاؤ، ہر بچہ اس کے پاس خوش رہتا ہے، مگر یہ بچہ ہی عجیب ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا''۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن یہ باتیں سن کر اندر آئیں اور ادب کے ساتھ کہنے لگیں ''آپ لوگ کیا باتیں کر رہی ہیں، کیا ہم کو بتا سکتی ہیں؟''

ایک عورت: ''کیا بتاؤں ایک بچہ کی وجہ سے ہم لوگ بہت پریشان ہیں''۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن: ''کیوں کیا بات ہے؟ کیا پریشانی ہے؟''

وہی عورت: ''وہ بچہ ایسا عجیب و غریب ہے کہ جس دائی کے پاس جاتا ہے، رونے اور مچلنے لگتا ہے، ایک نہیں دو نہیں، چھ دائیاں آچکی ہیں، مگر کیا مجال کہ یہ کسی کے پاس ٹھہر جائے، وہی رونا وہی

مچلنا اور وہی انکار، اب دیکھو اس کی زندگی ہوتی ہے یا نہیں؟"

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن: ایک عورت اسی شہر میں رہتی ہے میں اس کو جانتی ہوں، بہت اچھی دائی ہے، اگر آپ کہیں تو میں اس کو بلا لاؤں، آپ اس کا بھی تجربہ کرلیں، شاید وہ اس بچہ کے حق میں مفید ثابت ہو"۔

عورت: "ہونہہ! اب ہمیں تجربہ کی ضرورت نہیں، چھ دائیوں کا تجربہ کر چکے ہیں، وہ بچہ کسی کے پاس جانے والا نہیں"

دوسری عورت: "اگر ہم ساتویں کا بھی تجربہ کرلیں تو کیا حرج ہے ممکن ہے کہ وہ اس کے لئے بہتر ثابت ہو، یوں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنا تو ٹھیک نہیں، جب تک کوئی صورت نہ نکلے کوشش جاری رکھنا چاہیے"۔

شدہ شدہ یہ خبر ملکہ کے کان تک پہونچی، ملکہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کو بلایا، اور کہا "جس دائی کا تم تذکرہ کر رہی تھیں اس کو ابھی جا کر لے آؤ"

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن خوش خوش اپنے گھر گئیں اور اپنی ماں کو لے کر آگئیں۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں آئیں تو ایک خادمہ

نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی گود میں ڈال دیا، اور جیسے ہی وہ ان کی گود میں گئے لپٹ گئے گویا مدت کی جان پہچان تھی۔

اس بات سے سب کو حیرت ہوئی، ملکہ خود حیران کہ یہ کیا معاملہ ہے، یہ بچہ تو کسی کو منھ بھی نہیں لگاتا تھا اور ان کے پاس کس خوشی سے چلا گیا۔

فرعون نے کہا، یہ کیسی بات ہے، ہم لوگوں نے ہر چند کوشش کی مگر یہ بچہ کسی دائی کے پاس نہ گیا اور اس کی گود میں جاتے ہی ایسا لپٹ گیا گویا مدت کی جان پہچان ہے، یہ ضرور اس بچہ کی ماں ہے، جب ہی تو اس کی یہ حالت ہے"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے کہا: "اے بادشاہ! بات یہ ہے کہ میں بہت صاف ستھری رہتی ہوں اور میرے بدن سے ایسی خوشبو مہکتی ہے کہ ہر بچہ میرے پاس آجاتا ہے اور خوش رہتا ہے"۔

بے وقوف فرعون سمجھ گیا کہ یہی بات ہے، بھلا وہ اللہ کے بھیدوں کو کیا سمجھتا، جب کہ وہ دنیا ہی کی بات نہ سمجھ سکا۔

غرض یہ کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی ماں کے حوالہ کر دیا اور وہ خوش خوش حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے گھر لے گئیں اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

اللہ کا وعدہ اسی طرح پورا ہوتا ہے، مگر سمجھنے والے ہی سمجھتے ہیں۔

جب دو برس کی مدت پوری ہوگئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں اپنے عزیز بیٹے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے محل پہنچا آئیں اور وہ فرعون کے محل میں شہزادوں کی طرح پرورش پانے لگے، ایک عزیز اور محبوب بیٹے کی طرح رہتے تھے جو چاہتے تھے کرتے تھے، کوئی روک ٹوک نہیں تھی اور نہ کسی چیز کی کمی تھی۔

بنی اسرائیل کی تکلیفوں کا احساس

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہوش سنبھالا اور ان کو ہر بات کی سوجھ بوجھ ہوگئی تو وہ بنی اسرائیل کی حالت پر غور کرنے لگے اور ان کی تکلیفوں کا احساس ہونے لگا۔

اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے کہ فرعون اور اس کے گھر والے کیسے آرام سے زندگی گزارتے ہیں، فرعون تو خیر بادشاہ ہے لیکن اس کے نوکر چاکر، اس کے غلام بھی نوابوں کی طرح ٹھاٹھ باٹ سے رہتے ہیں، لذیذ کھانے، بہترین لباس، شان دار عمارتیں، اور بنی اسرائیل بے چارے فرعون اور فرعون کی قوم کے آرام کی خاطر تمام دن رات مارے مارے پھرتے ہیں، سردی گرمی برداشت کرتے

ہیں، دھوپ چھاؤں سہتے ہیں، نہ دن کو چین نہ رات کو آرام، بھوکے پیاسے دن بھر محنت کرتے ہیں مگر اس تمام محنت و مشقت کا صلہ صرف اتنی مزدوری ملتی تھی جو دن بھر کو کافی ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی محنتوں اور مشقتوں کو دیکھ دیکھ کر بے چین ہوتے تھے اور صبح سے شام تک ان کی بے کسی اور بے چارگی پر نگاہ پڑتی رنج و افسوس کرکے رہ جاتے تھے غصہ آتا تھا مگر خاموشی کے ساتھ برداشت کرتے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اکثر غور کرتے کہ بنی اسرائیل نے کیا قصور کیا ہے جس کی سزا ان کو مل رہی ہے، کیا یہی گناہ ہے کہ وہ کنعانی ہیں؟

کیا یہی گناہ ہے کہ وہ قبطی نہیں ہیں۔؟

اگر یہی بات ہے تو یہ کوئی گناہ نہیں ہے، یہ تو فرعون کا تعصب ہے اور اس کی عداوت ہے۔

اسی طرح کے خیالات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں آتے رہتے تھے اور وہ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا کر رہ جاتے تھے اور صبر و سکون کے ساتھ ان تلخ اور دل خراش معاملات کو ہفتوں نہیں بلکہ برسوں دیکھتے اور قوت برداشت سے کام لیتے رہے۔

ایک قبطی کی موت

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ان ظالمانہ اور بہیمانہ سلوک اور برتاؤ کا یہ اثر پڑا کہ ان کو ظالموں سے نفرت اور کمزوروں اور مظلوموں سے محبت پیدا ہوگئی، ہر مظلوم کا ساتھ دیتے اور کمزوروں اور لاچاروں کی مدد کرتے، ان کا ہاتھ بٹاتے، ان کی ہر مشکل میں کام آتے، اور کچھ ان ہی پر موقوف نہیں بلکہ ہر نبی کا یہی مسلک رہا ہے کہ وہ مصیبتوں میں کام آتے، بیکسوں کی مدد کرتے مظلوموں کی فریاد سنتے، کمزوروں کی قوت بازو اور اندھوں کی بصارت بن جاتے تھے۔

ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر سے باہر نکلے تو دیکھا کہ لوگ کھیل کود میں مشغول ہیں اور اسی جگہ دو شخص آپس میں لڑ رہے ہیں، ایک تو ان ہی کی قوم کا اسرائیلی تھا اور دوسرا قبطی، اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی آواز دی، اے موسیٰ! میری مدد کرو، دیکھو یہ قبطی مجھے بہت پریشان کر رہا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آگیا ایک گھونسہ قبطی کو مارا، نبی کا ہاتھ یا مقدر کی بات کہ گھونسہ لگتے ہی اُس کا کام تمام ہوگیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام قبطی کی اچانک موت سے بہت نادم

ہوئے، کہ میں نے یہ کیسی حرکت کی، یہ تو بہت برا ہوا کہ مجھ سے شیطانی حرکت سرزد ہوگئی، اب اس کی تلافی کیسے ہوسکتی ہے اسی وقت گھبرا کر توبہ کی اور کہا، اے میرے پروردگار! مجھ سے یہ شیطانی حرکت سرزد ہوگئی، تو غفور رحیم ہے میری توبہ قبول فرما۔

یہی قاعدہ ہر نبی کا رہا ہے کہ وہ ذرا سی غلطی پر فوراً نادم ہوتے تھے اور توبہ کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی اور کیوں نہ قبول فرماتا، وہ جانتا تھا کہ موسیٰ نے عمداً یہ کام نہیں کیا، تنبیہاً انہوں نے مارا، اتفاقیہ موت واقع ہوگئی۔

جب اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی تو وہ بہت خوش ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور عہد کیا کہ اب میں کسی گناہگار کا ساتھ نہ دوں گا۔

اب ان کو اپنی جان کا خطرہ تھا، پولیس کی چالاکیوں سے خوب واقف تھے، سمجھتے تھے کہ اگر پولیس کو خبر ہوگئی تو پھر ہماری خیر نہیں، فوراً گرفتار کرلے گی اور اسی ظالم فرعون کے حوالہ کردے گی۔

ادھر پولیس نے جو فرعون کے ایک خادم کو مرا ہوا پایا تو قاتل کی تلاش میں لگ گئی، جابجا پہرہ ہوگیا، اور ہر جگہ جستجو تھی اور ہر ایک

کے منھ پر یہ فقرہ تھا کہ کس نے مارا، مگر اس بھید کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اسرائیلی کے سوا کوئی جانتا ہی نہ تھا، جو بتاتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ڈرتے ڈرتے شہر میں داخل ہوئے کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے، فرعون غصہ میں بے تاب ہے اور پولیس سرگرم تلاش، اب یہ معاملہ چھپ نہیں سکتا، آج نہیں تو کل ضرور آشکارا ہو جائے گا۔

قاتل کا پتہ لگتا ہے

دوسرے دن حضرت موسیٰ علیہ السلام باہر نکلے تو دیکھا کہ پھر دو آدمی لڑ رہے ہیں، ایک تو وہی اسرائیلی ہے جس کی کل مدد کی تھی جس کی وجہ سے اس قبطی کی جان گئی تھی اور دوسرا فرعون کا ایک خادم قبطی ہے۔

اسرائیلی نے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آتے دیکھا تو پھر اپنی مدد کے لئے پکارا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ''تو بڑا مفسد ہے، روز جھگڑتا ہے اور دوسروں کو اپنی مدد کے لئے بلایا کرتا ہے، تیرا یہی کام رہ گیا ہے'' یہ کہہ کے آگے بڑھے کہ دونوں کو الگ کر دیں تاکہ جھگڑا موقوف ہو۔

اسرائیلی نے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غصہ دیکھا تو سمجھا کہ کل قبطی کو مارا تھا، آج شاید مجھ پر ہاتھ صاف کریں، کل ایک گھونسہ مار کر اس کو ختم کیا تھا آج میرا فیصلہ کر دیں گے۔ گھبرا کے کہنے لگا ''موسیٰ! کیا تم اسی پر آمادہ ہو گئے ہو کہ لوگوں کی جان لیا کرو، کل تم نے اس قبطی کو مارا تھا آج میری جان لینے چلے، بس مجھ کو تو معاف ہی رکھو، مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں، معلوم ہوتا ہے کہ تم ظالم اور زبردست بن کر زندگی گزارنا چاہتے ہو، نیک بن کر رہنا نہیں چاہتے''۔

قبطی یہ باتیں سن کر سمجھ گیا کہ قاتل کون ہے، بس پھر کیا تھا، لڑائی جھگڑا سب بھول گیا، فوراً دوڑ کر پولیس کو خبر کر دی کہ اس قبطی کے قاتل موسیٰ ہیں۔

یہ خبر سارے شہر میں آگ کی طرح پھیل گئی، فرعون یہ سنتے ہی غصہ میں آگ بگولا ہو گیا اور کہا، یہ وہی لڑکا ہے جس نے میرے محل میں پرورش پائی اور ہماری صحبت میں رہا، اسی نے یہ غضب ڈھایا اسی نے یہ ستم کیا۔

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام لاکھ سمجھاتے کہ میں نے قصداً نہیں مارا، اتفاقیہ طور پر اس کی موت واقع ہو گئی تو کسی کو یقین نہ ہوتا

اور کوئی عذر ان کا قبول نہ کرتا۔

ہجرت

فرعون کے دربار میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے مشورے ہونے لگے، وزیر و مصاحب سب ہی مشورہ میں شریک تھے، اتفاق سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک دوست بھی وہاں موجود تھا، وہ یہ سب باتیں سن کر بھاگا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا، اے موسیٰ علیہ السلام! آج فرعون کے دربار میں تمہارے قتل کے مشورے ہو رہے ہیں، میں تمہارا دوست اور خیر خواہ ہوں، میرا کہا مانو، میری رائے ہے کہ تم آج ہی اس شہر سے نکل جاؤ۔

وہ خیر خواہ آدمی تو یہ اطلاع دے کر چلا گیا، لیکن نہ کوئی رفیق سفر تھا، اور نہ سامان سفر، راستہ سے ناواقف کوئی راستہ بتانے والا بھی نہیں۔

طرہ یہ کہ پورا مصر فرعون کے قبضہ میں اور فرعون کی پولیس موسیٰ علیہ السلام کی تاک میں، رہیں تو کہاں رہیں اور جائیں تو کہاں جائیں، مگر وہ اللہ کے بھروسہ پر ڈرتے ہوئے اور لوگوں کی نظروں سے خود کو بچاتے ہوئے نکل کھڑے ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو الہام کیا کہ تم مدین چلے جاؤ، وہاں تمہیں کوئی نقصان نہ پہونچا سکے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کا نام لے کر مدین کی طرف چل دیئے انہیں پورا یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ میری رہبری فرمائے گا اور مجھے سیدھا راستہ دکھائے گا۔

مدین ایک چھوٹا سا عربی شہر تھا، نہ وہاں مصر کے ایسے محلے تھے نہ ویسے محل نہ ویسے بازار، مگر اس لحاظ سے وہ بڑا خوش نصیب شہر تھا کہ وہ فرعون کی حکومت اور اس کی ظالم پولیس کی دست درازیوں سے مامون اور آزاد تھا۔

کتنا اچھا وہ شہر اور قصبہ ہے جہاں آزادی ہو، جہاں کے لوگ آزادی کے ساتھ زندگی گذاریں، اپنی نیند سوئیں اور اپنی خوشی سے اٹھیں۔

کتنا بدنصیب وہ شہر ہے جہاں ذلت و رسوائی کی زندگی ہو، اور کتنے بدنصیب ہیں وہ لوگ جو ذلّت اور غلامی کا طوق پہنے ہوں۔

مدین پہونچ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام حیران ہوئے کہ کہاں جائیں اور کہاں ٹھہریں، نہ وہ کسی کو جانتے ہیں، نہ کوئی ان کو جانتا ہے، اسی خیال میں تھے کہ ایک کنواں نظر آیا، اور وہیں جا کر

بیٹھ گئے، وہاں کچھ لوگ اپنی اپنی بکریوں کو پانی پلا رہے تھے اور دو لڑکیاں بھی اپنی بکریوں کو تھامے الگ کھڑی تھیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت نرم دل تھے، ان کو ان دونوں لڑکیوں پر بہت ترس آیا، کہنے لگے۔

"تم دونوں چپ چاپ الگ کیوں کھڑی ہو، بکریوں کو پانی کیوں نہیں پلاتیں؟"

لڑکیوں نے کہا: "ہم کیسے پانی پلائیں، جب یہ لوگ اپنی بکریوں کو پانی پلا چکتے ہیں تو ہمیں موقع ملتا ہے، پھر مردوں کی بھیڑ میں ہم کیسے یہ کام کرسکتے ہیں، اور بغیر ہمارے کیئے بنتا بھی نہیں، اس لئے کہ ہمارے باپ بہت ضعیف ہیں"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ باتیں سن کر اور بھی ترس آیا اور انھوں نے ان کی بکریوں کو پانی پلا دیا، پھر سائے میں آکر بیٹھ گئے اور کہنے لگے:

رَبِّ اِنِّیْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ۔

(ترجمہ) "اے میرے رب جو تو نے میری طرف اُتارا ہے میں اس بھلائی کا محتاج ہوں"۔

حضرت شعیب علیہ السلام سے ملاقات

دونوں لڑکیاں وقت سے پہلے بکریاں لے کر اپنے گھر پہونچیں تو باپ نے کہا: ''آج تم دونوں خلاف معمول اتنی جلدی کیسے پلٹ آئیں، کیا بات ہے، روز تو تم بہت دیر میں آتی تھیں''؟

لڑکیوں نے کہا: ابا جان! آج نہ جانے کہاں سے ایک شریف صورت اور فرشتہ صفت آدمی آگیا، اس نے ہم پر ترس کھا کر ہماری بکریوں کو پانی پلا دیا''۔

حضرت شعیب علیہ السلام (لڑکیوں کے باپ) نے یہ سن کر بہت تعجب کیا اور سمجھ گئے کہ یہ کوئی پردیسی آدمی ہے، بھلا اس قصبہ کے آدمیوں میں اتنی انسانیت کہاں کہ کسی پر رحم کریں یا ترس کھائیں، آج تک تو کسی نے ان پر ترس نہ کھایا، یہ ضرور کوئی پردیسی ہے، لڑکیوں سے کہنے لگے ''بیٹی! تم نے اس آدمی کو کہاں چھوڑا؟''

لڑکیوں نے کہا: ''ابا جان! وہ تو کوئی پردیسی معلوم ہوتا ہے، اس کے اندازہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ نو وارد ہے، اس کا کہیں ٹھکانا نہیں، اس لئے وہ پانی پلا کر اسی کنویں کے پاس ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا''۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا: ''بیٹی! تم ٹھیک کہتی ہو، میرا بھی یہی خیال ہے کہ وہ پردیسی ہے، مگر بیٹی تم نے یہ بہت برا کیا کہ اس کو بے سہارا چھوڑ کر چلی آئیں، اس کا اس شہر میں کہیں ٹھکانا ہے جہاں وہ ٹھہرے گا؟ اول تو یہ کہ اس کی مہمانی کا ہم پر حق ہے، پھر یہ کہ اس نے ہم پر احسان کیا ہے، اس احسان کا بدلہ یہی ہے کہ تم نے اس کو پوچھا تک نہیں، ؟ اب تم ہی بتاؤ کہ وہ کہاں دن گزارے گا، کہاں رات بسر کرے گا، اور کیا کھائے گا، بس اب تم دونوں میں سے ایک جاؤ اور اس کو اپنے ساتھ لے کر آؤ۔

اللہ کی مدد

حضرت موسیٰ علیہ السلام درخت کے سائے میں بھوکے پیاسے بیٹھے تھے اور اللہ کی مدد کے منتظر تھے، اتنے میں ایک لڑکی شرماتی لجاتی ہوئی آئی اور کہنے لگی، میرے ابا جان نے آپ کو بلایا ہے، اور اسی احسان کے بدلہ میں آپ کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام خوش ہوئے اور سمجھ گئے کہ یہ اللہ کی مدد ہے اللہ نے میری دعا قبول فرمائی، فوراً اس لڑکی کے ساتھ ہو لیے مگر وہ نبی زادہ اور شریف زادہ تھے، شرم وحیا، شرافت وانسانیت اللہ تعالیٰ

کی طرف سے ان کو عطا ہو چکی تھی ان کی شرم وحیا نے، ان کی شرافت وانسانیت نے ان کو اجازت نہ دی کہ وہ ایک نامحرم عورت کے ساتھ اس طرح جائیں کہ ان کی نگاہیں اس پر پڑتی رہیں، جانا ضروری تھا، اور جانے کے لیے ایک رہبر کی ضرورت تھی، ان مجبوریوں کے تحت چل تو پڑے مگر لڑکی کو پیچھے کر دیا، خود آگے ہو گئے اور کہا کہ تم راستہ بتاتی چلو۔

جب حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہونچے تو انہوں نے ان کا خیر مقدم کیا اور بہت محبت کے ساتھ ملے، پھر ان کا نام اور ان کے آنے کا مقصد دریافت کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شروع سے آخر تک اپنی داستان کہہ سنائی۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے بہت ہی صبر وسکون کے ساتھ پورا حال سنا۔

جب وہ پورا حال کہہ چکے تو حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا کہ اب تم اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امن وعافیت کی جگہ پہونچ گئے ہو اور ان ظالموں سے تم کو نجات مل گئی، اور اب تمہارے لیے کوئی خطرہ نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نکاح

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت شعیب علیہ السلام کے یہاں آکر سکون ملا اور وہ نہایت آرام سے رہنے لگے، جیسے ایک عزیز بیٹا رہتا ہے۔

ایک روز ایک لڑکی نے اپنے باپ سے کہا:

"ابا جان! آپ ان کو نوکر رکھ لیجیے، نوکر کی بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ امانت دار اور قوی ہو، اور یہی دونوں خوبیاں ان میں پوری طرح موجود ہیں، آپ یقین جانیے کہ ایسا عالی ہمت اور امانت دار آدمی آپ کو ملنا مشکل ہے"۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا: "بیٹی تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا"؟

لڑکی نے جواب دیا کہ ان کی قوت کا تو اس وقت اندازہ ہوا جب کہ انہوں نے کنویں سے پتھر اُٹھالیا، یقین جانیے ابا جان! وہ پتھر اتنا بھاری ہے کہ اکیلا آدمی اس کو اُٹھا نہیں سکتا، پوری جماعت مل کر اُٹھاتی ہے، تو وہ پتھر اُٹھتا ہے۔ اور انہوں نے تنہا اُٹھالیا، اور ان کی امانت کی خوبی اس وقت ظاہر ہوئی کہ جب میں ان کو لینے گئی تو یہ میرے آگے چلے اور مجھے پیچھے کر دیا تا کہ مجھ پر

ان کی نگاہ نہ پڑے۔

ابا جان! نوکر میں یہ دونوں خوبیاں بہت ضروری ہیں اس لیے کہ اگر قوت نہ ہوئی تو وہ ہمارے کس کام آئے گا، اگر قوت ہوئی اور امانت دار نہ ہوا تو بھی بے کار ہے، نری قوت سے بھی ہمارا کوئی فائدہ نہیں بلکہ نقصان ہے، اگر امانت کا خیال نہ ہو۔

باپ کو اپنی بھولی بھالی معصوم صفت بیٹی کی بات بہت پسند آئی اور ان کے دل میں اتر گئی، حضرت شعیب علیہ السلام بہت سمجھ دار اور بڑے تجربہ کار جہاں دیدہ نبی اور بزرگ آدمی تھے انہوں نے غور کر کے یہی نتیجہ نکالا کہ میری بیٹی ٹھیک کہتی ہے، یہ جوان ان خوبیوں کا حامل بلکہ ہمہ صفت موصوف معلوم ہوتا ہے، یہ اس قابل ہے کہ اس کو اپنا داماد بناؤں، اپنی ایک بیٹی اس کے نکاح میں دے دوں، سچ ہے کہ میں اس جوان سے بہتر دنیا میں کسی کو پا نہیں سکتا، میں اگر چراغ لے کر تلاش کروں گا تو اس سے بہتر نہ ملے گا، اور مدین میں بھلا ایسا شخص کہاں مل سکتا ہے، شاید اللہ تعالیٰ نے اس کو میرے ہی لیے بھیجا ہو کہ میں اس کو اپنا داماد بناؤں اور خلافت بھی دے دوں۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے تمام باتوں پر غور کر کے ایک دن بہت محبت اور وقار کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ

میں چاہتا ہوں کہ اپنی ایک بیٹی تمہارے نکاح میں اس شرط پر دے دوں کہ تم آٹھ سال میری بکریاں چراؤ اور یہی تمہارا مہر ہے، اور دیکھو آٹھ سال کی شرط ہے اور اگر دس سال پورے کردو گے تو یہ تمہاری مہربانی ہے، میں انشاء اللہ تم پر اپنی طرف سے کوئی زیادتی نہ کروں گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی بات سے اتفاق کیا اور دل میں کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ میں ضرور برکت دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نے یہ سبب پیدا کیا وہی مدین میں ان بزرگ کے پاس لایا اور اسی نے ان کے دل میں ہماری محبت پیدا کی، اور اسی نے اس رشتہ کی سجھائی، اس میں سراسر خیر ہے، مگر سمجھ دار بہت تھے، خیال کیا کہ اگر میں دس برس چرانے کی مدت مقرر کرلوں اور مجھ سے نہ ہوسکے تو بری بات ہے، اس لیے میں پہلے سے اپنے لیے اختیار محفوظ کرلوں، یہ سوچ کر حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا کہ آٹھ سال کی مدت میرے اور آپ کے درمیان ٹھہر گئی ہے، اب مجھے اختیار ہے کہ میں آٹھ برس پر ختم کردوں یا دس برس پورے کردوں، اور اگر دس برس نہ چراؤں تو پھر مجھ پر کوئی الزام نہیں، اور میرے اور آپ کے اس عہد پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔

نبوت!

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھیے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

جب مدت پوری ہو گئی، یعنی دس سال پورے ہو گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اجازت چاہی اور بیوی کی رخصتی کی بھی خواہش کی۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے دونوں کو اجازت دی اور کہا: اے عزیز بیٹے، جاؤ اللہ کی برکت تم پر اور تمہارے رفیق سفر پر ہو، اور اے میری عزیز بیٹی اللہ تمہاری حفاظت فرمائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بیوی کو لے کر چلے، راستہ میں شام ہو گئی، رات اتنی اندھیری کہ پاؤں رکھتے کہیں تھے اور پڑتا کہیں تھا، پھر سردی اس بلا کی الٰہی توبہ!

چاروں طرف نظریں دوڑاتے تھے کہ کہیں آگ نظر آجائے مگر جنگل بیابان میں آگ کہاں، نہ آگ ملتی ہے کہ اس کے ذریعہ سردی مٹائیں اور نہ روشنی ہے کہ اس کے سہارے آگے بڑھیں، بڑی مشکل ہے کہ ٹھہریں تو کیسے ٹھہریں اور چلیں تو کیونکر چلیں مگر وہ

اللہ کے بھروسہ پر چلتے ہی رہے کہ وہی راستہ بتائے گا، آخر کار اللہ کی مدد شامل حال ہوئی، اور کچھ دور پر روشنی نظر آئی، بیوی سے کہا، تم یہاں ٹھہرو، مجھے کچھ دور پر روشنی نظر آئی ہے، میں جاتا ہوں، اگر آگ مل گئی تو لے آؤں گا تاکہ سردی مٹے، اور اگر آگ نہ ہوئی تو اُسی روشنی کے سہارے چل پڑیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ کہہ کر آگے بڑھے اور روشنی کی طرف بڑھتے چلے گئے، جب قریب پہونچے تو ایک آواز آئی:

''اے موسیٰ! میں تمہارا پروردگار ہوں اور یہ مقدس میدان وادیٔ طُویٰ ہے، یہاں تم اپنی جوتیاں اتار دو''

اس آواز سے اللہ ہی جانے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کس قدر خوش ہوئے۔

اللہ اللہ! اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اپنی رسالت کا شرف بخشے اور جس کو چاہے اپنے لیے منتخب کرے، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہم کلامی کا شرف بخشا، ارشاد ہوا:

اے موسیٰ! میں نے تم کو اپنا رسول بنایا اور پیغمبری کے لیے تم کو منتخب کرلیا ہے، بس جو کچھ میں کہوں اس کو غور سے سنو:

''اے موسیٰ! میں تمہارا معبود ہوں، میرے سوا تمہارا کوئی

معبود نہیں، اس لیے تم میری ہی عبادت کرو، اور میری یاد قائم رکھنے کے لیے نماز پڑھا کرو"۔

"اے موسیٰ! قیامت آنے والی ہے، اس کے آنے میں کوئی شک نہیں، میں نے اس کا وقت چھپا رکھا ہے تا کہ ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے، اور دیکھو ایسا نہ ہو کہ جو لوگ اپنی خواہشوں کی رو میں مجھ کو بھولے ہوئے ہیں، وہ تم کو بھی اس آنے والے دن سے غافل کر دیں، اے موسیٰ! تمہارے سیدھے ہاتھ میں کیا ہے۔؟"

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک لکڑی تھی جس سے وہ کام لیا کرتے تھے، جب اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق بات کی تو وہ اس شوق میں کہ اسی بہانہ اپنے پروردگار سے باتیں کرتا رہوں، اس کے بہت سے فوائد بتانے لگے، کہنے لگے:

"اے میرے پروردگار! یہ میری لکڑی ہے، یہ بڑے فائدہ کی لکڑی ہے، اس لکڑی سے بکری بھی ہنکاتا ہوں، پتے بھی جھاڑتا ہوں، ٹیک بھی لگا لیتا ہوں، سر کے نیچے رکھ کر سو بھی جاتا ہوں، اس کے علاوہ اور بھی بہت سے کام اس سے نکلتے ہیں"۔

ارشاد ہوا "اے موسیٰ! اس لکڑی کو زمین پر ڈال دو"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم پاتے ہی حکم کی تعمیل کی اور

فوراً لکڑی زمین پر ڈال دی، لکڑی زمین پر گری اور اس سے ایک خونخوار اژدہا بنا اور دوڑنے لگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ڈرے اور ڈر کر پیچھے ہٹنے لگے۔

ارشاد ہوا: "اے موسیٰ! ڈرو نہیں، اس کو اٹھالو، ہم اس کو اصلی حالت پر کر دیں گے"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُٹھالیا اور وہ ہاتھ میں آتے ہی لکڑی بن گئی۔

اب اُن کو اللہ تعالیٰ نے دوسری نشانی عطا فرمائی۔

فرمایا" اپنا ہاتھ بغل میں ڈال کر نکالو اور دیکھو کہ وہ کیسا سفید، روشن اور بے عیب نکلے گا، یہ دونوں نشانیاں ہیں اب میں نے جس کام کے لیے تم کو مقرر کیا ہے، اس کے لیے تیار ہو جاؤ اور اس کو شروع کر دو"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! ابھی کل کی بات ہے کہ میرے ہاتھ سے ایک قبطی کی موت ہو گئی تھی اور میں اس کے ڈر سے نکل بھاگا تھا، تو مجھے ڈر ہے کہ میں جاؤں گا تو وہ مجھے قتل کر دے گا، اس کے علاوہ میری زبان میں لکنت ہے جس کی وجہ سے میں صاف بول نہیں سکتا، ممکن ہے میں ٹھیک بات

نہ کرسکوں، تو آپ میرے بھائی ہارون کو بھی نبوت عطا فرمائیے،
اور اُن کو میری قوت بازو بنادیجیے تاکہ ہم دونوں مل کر تیرا کام انجام
دیں اور اے میرے پروردگار میرا سینہ کشادہ کردیجیے اور مجھ پر یہ
کام آسان فرمادیجیے۔

ارشاد ہوا: اے موسیٰ! ہم تو متعدد بار تم پر احسان کرچکے ہیں،
دیکھو جب تمہاری ماں کو تمہارے قتل کا خوف ہوا تو ہم نے ان کو وحی
بھیجی کہ اس بچہ کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دو ہم اس کی
حفاظت کریں گے اور حفاظت کے ساتھ تمہارے پاس پہونچا دیں
گے، پھر تمہاری پرورش اسی کے ہاتھوں کروائی جو تمہارا بھی دشمن ہے
اور ہمارا بھی، پھر اس کے دل میں تمہاری محبت پیدا کی، تاکہ اچھی
طرح پرورش ہو، پھر اس کے بعد ہم ہی نے تمہاری ماں کے پاس تم کو
پہونچا دیا، تاکہ تمہاری ماں کا دل تم کو دیکھ کر خوش ہو اور اس کی آنکھیں
ٹھنڈی ہوں، پھر تم نے قبطی کو مارا تو اس وقت ہم ہی نے تم کو ان کے
ظالم ہاتھوں سے نجات دی اب بھی ہماری مدد تمہارے ساتھ ہے،
دیکھو! فرعون بڑا سرکش اور مغرور ہوگیا ہے، اس کی قوم نے نافرمانی پر
کمر باندھ لی ہے اور ظلم و زیادتی کی حد کردی ہے، تم دونوں میری یہ
نشانیاں لے کر فرعون کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم دونوں جہاں کے

پروردگار کے رسول ہیں، ہمارا کہا مانو اور بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دو اور دیکھو اس سے نرمی سے بات کرنا، ممکن ہے کہ وہ تمہاری نرم مزاجی سے نرم پڑ جائے اور شاید کہ وہ ڈر جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے دربار میں

حضرت موسیٰ علیہ السلام نبوت سے سرفراز ہو کر اور اپنے پروردگار کی ہم کلامی سے مشرّف ہو کر مصر روانہ ہو گئے۔

مصر پہونچ کر حضرت ہارون علیہ السلام کو ساتھ لیا اور فرعون کے دربار میں پہونچے اور اس کی مجلس میں کھڑے ہو کر اس کو اسلام کی دعوت دی۔

فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس جسارت پر آگ بگولا ہو گیا، اور متکبرانہ لہجہ میں کہنے لگا:

"موسیٰ! تم کو اتنی جرأت ہو گئی کہ میرے دربار میں کھڑے ہو کر مجھ کو نصیحت کرو، کیا تم اپنا وقت بھول گئے موسیٰ تم تو وہی ہو جس کو میں نے پالا، میرے ہی محل میں تم نے پرورش پائی اور مدتوں عیش، آرام اور اطمینان وچین کی زندگی گزاری، میرے دسترخوان پر صدہا قسم کی نعمتیں کھائیں، پھر غضب یہ کہ میرے ہی ایک خادم کو مار کر

چل دیئے اور آج مجھے نصیحت کرنے آئے ہو"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بہت صفائی اور وقار کے ساتھ جواب دیا کہ قبطی کی موت تو نادانستہ ہوگئی تھی، میں نے قصداً نہیں مارا تھا، لیکن اب تو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکمت عطا فرمائی اور مجھے اپنا رسول بنایا ہے۔

تم میری پرورش کا مجھے طعنہ دیتے ہو اور یہ نہیں سمجھتے ہو کہ میں کس طرح تمہارے ہاتھوں پڑا، اور کیوں تم نے میری پرورش کی ذرا غور تو کرو یہ کیوں ہوا؟ یہ تمہارے ہی حکم سے ہوا اگر تم لڑکوں کے قتل کا حکم نہ دیتے تو میری ماں مجھ کو نیل میں نہ ڈالتیں اور میں تمہارے ہاتھوں نہ پڑتا، میں نے تمہارے ہاتھوں پرورش پائی، تمہارے محل میں پلا اور بڑھا، تمہارے دسترخوان پر ہر طرح کی نعمت کھائی جس کا تم مجھے طعنہ دیتے ہو، یہ ٹھیک ہے لیکن یہ سب تمہارے ہی ظلم وزیادتی کی وجہ سے ہوا، ورنہ میں کہاں اور تم کہاں؟

پھر میری قوم کے ساتھ تم نے ایسے برتاؤ کیے کہ کوئی جانور کے ساتھ بھی نہ کرے گا، تم نے ان کو گدھوں اور گھوڑوں سے بھی بدتر سمجھا، تم نے کتوں کی طرف دھتکارا، تم نے انہیں طرح طرح کی تکلیفیں پہونچائیں، سخت سے سخت اذیتیں دیں، ذلیل سے ذلیل

خدمتیں لیں، وہ کچھ نہ ہوا، اس کا کبھی خیال نہ ہوا، کبھی افسوس نہ کیا، کبھی ندامت نہ ہوئی اور اسی قوم کے ایک لڑکے کی پرورش کی وہ بھی نادانی سے اور غلطی سے تو اس کا طعنہ دیتے ہو اور احسان جتاتے ہو، سارے بنی اسرائیل کو غلام بنایا، دکھ اور درد پہونچایا وہ کچھ نہیں اور ایک ہماری پرورش کا یہ احسان کہ جتاتے نہیں بنتا۔

فرعون یہ باتیں سن کر لاجواب ہو گیا اور منھ دیکھتا رہ گیا۔ پھر خیال کیا کہ کوئی ایسی بات کہوں کہ ان سے پیچھا چھوٹے۔ کہنے لگا: ''جس پروردگار کا تم بار بار ذکر کرتے ہو اور گھڑی گھڑی نام لیتے ہو وہ کون ہے، ذرا مجھ کو بھی تو بتاؤ''۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ وہ آسمان کا اور جو کچھ اس کے درمیان ہے سب کا رب ہے مگر تم یقین کرنے والے کب ہو''۔

فرعون کو یہ سن کر اور بھی غصہ آیا اور چاہا کہ اپنی قوم کو بھی غصہ دلائے، چنانچہ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ''سنتے ہو موسیٰ کیا کہہ رہے ہیں؟''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی کوئی پروا نہ کی اور اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا، وہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے باپ دادا کا بھی''۔

فرعون غصہ میں اور بھی بے تاب ہو گیا ،حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ بول اٹھا:

”اے قوم! یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے، بالکل دیوانہ ہے“۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی بھی پروانہ کی بلکہ پورے اعتماد کے ساتھ فرمایا: ”اللہ رب العالمین مشرق ومغرب کا بادشاہ ہے“

اس وقت فرعون کی حالت نہ پوچھو، وہ اپنے آپ میں نہ تھا، غصہ میں خود ہی دیوانہ ہو رہا تھا، بار بار وہی تذکرہ سنتا تھا جس کے سننے سے اس کی حالت غیر ہو رہی تھی ، اس کے دل پر سانپ لوٹ رہا تھا، وہ بے آگ و پانی جلا جا رہا تھا، اب اس نے سوچا کہ ایسی بات چھیڑوں کہ موسیٰ اس تذکرہ ہی کو بھول جائیں کہنے لگا ”موسیٰ! اچھا یہ بتاؤ کہ جو قومیں گزر چکی ہیں، ان کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے“؟

فرعون یہ سوال کر کے بہت خوش ہوا کہ اس سوال سے موسیٰ ضرور قائل ہوں گے، اگر وہ کہیں گے کہ وہ قومیں اچھی تھیں، حق پرست تھیں، تو میں کہوں گا کہ وہ قومیں حق پرست نہ تھیں، بت پرست تھیں، تم انھیں حق پرست بتاتے ہو اور اچھا سمجھتے ہو تو پھر ہم پر کیوں اعتراض ہے، ہمیں کیوں برا کہتے ہو، ہمیں اللہ کے عذاب سے

کیوں ڈراتے ہو، اور اگر موسیٰ کہیں گے کہ وہ گمراہ تھے، بے وقوف، نادان اور جاہل تھے تو پھر میری قوم ان سے بگڑ جائے گی کہ موسیٰ نے ہمارے باپ دادا کو گالی دی، غرض ہر طرح سے موسیٰ کی ہار ہوگی۔

مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کی طرح جاہل اور نادان نہ تھے وہ ایسی بات ہی کیوں کہتے جس کا منھ توڑ جواب ملتا، اور ہر نبی کا یہی قاعدہ رہا ہے کہ اپنی قوم کے سوال پر ایسا جواب دیتے تھے کہ قوم کو لاجواب ہونا پڑتا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جواب دیتے ہیں کہ اس کا علم مجھے نہیں ہے، اس کا علم میرے پروردگار کے پاس اس کی کتاب میں محفوظ ہے اور میرا رب وہ ہے جو نہ غلطی کرتا ہے، نہ بھولتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیر پھیر کر وہی تذکرہ کرتے تھے جس سے فرعون کے تن بدن میں آگ لگ جاتی تھی۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں: "میرا رب وہی ہے جو نہ غلطی کرتا ہے نہ بھولتا ہے، میرا پروردگار وہی ہے جس نے تمہارے آرام کی خاطر زمین بچھائی، اس میں پیڑ و پتے اور گل و بوٹے اُگائے، پھر اس میں جابجا راستے نکالے، جابجا نہریں اور چشمے جاری کیے اور تمہارے ہی لیے آسمان کی چھت قائم کی، پھر اس

کو چاند و سورج اور تاروں سے رونق بخشی اور اسی آسمان سے پانی برسا کر تمہاری کھیتیاں سرسبز اور شاداب کیں، تمہارے باغات ہرے بھرے کیے۔"

فرعون اپنی خدائی کے خلاف یہ باتیں کیسے سن سکتا تھا، سنتے سنتے اس کا کلیجہ منھ کو آنے لگا، جگر شق ہونے لگا، جواب دینا چاہتا تھا مگر کوئی جواب سمجھ میں نہیں آتا تھا، آخر تنگ آکر اس نے وہی جواب دیا، جو ہر کافر بادشاہ عاجز ہو کر غصہ میں بدحواس ہو کر دیتا ہے، کہتا کیا ہے:

"اے موسیٰ! اگر میرے سوا کسی کو معبود سمجھو گے اور میری خدائی کا انکار کرو گے تو میں تم کو سخت سزا دوں گا، اور قید کر دوں گا"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "اگر میں تم کو کوئی نشانی دکھاؤں تو تم ایمان لے آؤ گے یا جب بھی میری رسالت کا انکار کرو گے؟"

فرعون نے کہا: "اچھا اگر سچے ہو تو لاؤ کوئی نشانی"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فوراً اپنا عصا زمین پر ڈال دیا۔

وہ لاٹھی زمین پر گر کر سانپ بن گئی، پھر اپنا ہاتھ بغل میں ڈال کر نکالا تو لوگوں کی آنکھیں چکاچوند ہونے لگیں۔

یہ دیکھ کر فرعون نے بات کا رخ بدلا، اہل دربار سے کہنے لگا، تم

موسیٰ کے کارنامے دیکھتے ہو، کہتے ہیں کہ ہم رسول ہیں رسول ایسے ہی ہوتے ہیں، میری رائے تو یہ ہے کہ یہ پکے جادوگر ہیں''

درباریوں نے کہا: ''حضور اس میں کیا شک ہے یہ تو بالکل کھلا ہوا جادو ہے''۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''افسوس تم اس معجزے کو جادو بتاتے ہو اور مجھے جادوگر کہتے ہو، سنو اور مانو کہ یہ تمہارے رب کی نشانیاں ہیں جو میں لایا ہوں اور اگر نہ مانو گے تو یہ تمہاری بدعقلی ہے''۔

فرعون نے کہا ''خوب! مجھ سے باتیں نہ بناؤ، مجھے چکمہ نہ دو، یہ کارنامے صرف اس لیے دکھا رہے ہو کہ ہم کو ہمارے باپ دادا کے دین سے ہٹا دو مگر یہ نہ ہوگا، نہ ہم اپنے باپ دادا کے دین سے ہٹ سکتے ہیں اور نہ تم پر ایمان لا سکتے ہیں، پھر اپنے درباریوں سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔

''اے سردارو! موسیٰ اپنے جادو کے زور سے تم سب کو تمہارے ملک سے نکالنا چاہتے ہیں، بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے''

سرداروں نے کہا ''حضور! موسیٰ کے جادو کا ہم کیا جواب دے سکتے ہیں، ہماری رائے تو یہ ہے کہ آپ اپنی سلطنت کے ہر گوشہ سے ماہرین فن جادوگروں کو بلوا کر موسیٰ کے مقابلہ پر کھڑا

کر دیجیے، ان کا جواب تو وہی دیں گے"۔

فرعون کو یہ رائے بہت پسند آئی اور فوراً جادوگروں کے بلانے کا حکم دے دیا۔

حکم کی دیر تھی، حکم ملتے ہی تمام مصر میں اعلان ہو گیا کہ جو جادو کے فن میں استاد ہوں، وہ بادشاہ کے پاس آئیں۔

کچھ عرصہ میں مصر کے گوشہ گوشہ سے بڑے بڑے ماہر فن جادوگر آ گئے، اور میلہ کا دن مقابلہ کے لیے مقرر ہوا۔

ہار جیت

مقابلہ کا دن آیا، اس وقت کا منظر دیکھنے لائق تھا۔

آفتاب نکلتے نکلتے تمام لوگ اپنے اپنے گھروں سے نکل پڑے اور جوق در جوق میدان کی طرف بڑھتے چلے جا رہے تھے۔

مرد عورت، بوڑھے بچے، جوان جس کو بھی دیکھو، بھاگا چلا جا رہا ہے، اس وقت مصر کے گھروں میں صرف بیمار لوگ رہ گئے تھے، باقی بچہ بچہ نکل گیا تھا۔

دارالسلطنت میں یہی باتیں تھیں اور یہی چرچے، جادو کے تذکرے اور جادوگروں کے نام کے سوا اور کوئی بات سننے میں نہ آتی تھی۔

ایک بولا: اسوان کا بڑا نامی جادوگر آیا ہے"۔

دوسرا: "ہاں اسوان سے آیا، اقصر سے آیا اور شہر جیزہ سے بھی آیا ہے"۔

پہلا: تمہارا قیاس کیا کہتا ہے کہ یہ میدان کس کے ہاتھ رہے گا۔ مصر نے تو اپنے جگر کے ٹکڑے ماہر فن جادوگر اگل دیئے ہیں بھلا اب ان سے کون جیت سکتا ہے؟ میرا تو خیال ہے کہ ان سے کوئی جیت نہیں سکتا، بھلا موسیٰ اور ہارون ان سے جیت سکتے ہیں، توبہ کرو، اول تو یہ کہ انہوں نے جادو سیکھا کہاں، بچپن سے جوانی تک تو یہ بادشاہ کے دربار میں رہے، پھر گئے بھی تو کہاں مدین، وہ بھی ڈرتے ہوئے لوگوں کی نظروں سے اپنے کو بچاتے ہوئے، ایسے میں کہاں گمان ہوسکتا ہے کہ راستہ میں سیکھا ہوگا اور مدین میں بھی کچھ زیادہ نہیں رہے، گنتی کے چند سال رہے ہوں گے"۔

دوسرا: "مصر ہی میں سیکھا ہوگا؟"

پہلا: "نہیں"۔

دوسرا: "تو پھر مدین میں سیکھا ہوگا، مگر میں نے تو آج تک نہیں سنا کہ وہاں کوئی اس فن کا آدمی ہو"۔

اسی طرح کی باتیں ہو رہی تھیں، ہر ایک کے دل میں طرح

طرح کے خیالات آرہے تھے اور قبطیوں کو تو گمان غالب تھا کہ آج ہماری فتح یقینی ہے۔

بنی اسرائیل بے چارے اُمید وبیم کی حالت میں آکر کھڑے ہو گئے، کبھی اُن کو اُمید ہوتی تھی اور کبھی بالکل نا اُمید ہو جاتے تھے۔ ان کے کلیجے دھک دھک ہو رہے تھے، ان کے چہروں پر نا اُمیدی چھائی ہوئی تھی اور ان کے دل فکروں کے تلاطم میں ڈوبتے اور اُبھرتے تھے۔

ہونے والا انقلاب ان سے پکار پکار کر کہہ رہا تھا، اے بنی اسرائیل! تم کیوں گھبراتے ہو، تمہارے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کی مدد ہے، اور جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہو، وہی کامیاب ہے، دیکھنا میدان تمہارے ہی ہاتھ رہے گا، تمہاری یہ نا امیدی اور عاجزی رنگ لائے گی۔

جادوگر بڑے غرور اور فخر کے ساتھ عمدہ عمدہ لباس پہنے اِتراتے، اٹھکھیلیاں کرتے اور اپنی اپنی لاٹھیاں اور رسیاں سنبھالے ہوئے نکلے، اور کہا: آج کمائی کا دن ہے، آج ہماری کاریگری اور کارنامے دنیا پر روز روشن کی طرح ظاہر ہوں گے، آج ساری قوم ہماری صنعت وحرفت کو پہچانے گی۔ اور آج کے دن جو غالب ہوگا

میدان اسی کے ہاتھ ہوگا۔

انقلاب ان سے بھی کہہ رہا تھا کہ باتیں نہ بناؤ، غرور کا سر نیچا، آج تمہاری ساری کاریگری ہی ملیامیٹ ہوگی اور ساری شعبدہ بازی دھری رہ جائے گی۔ ذرا میدان میں تو آؤ۔

پھر جادوگر فرعون کے دربار میں آئے اور زمیں بوس ہوکر کہا: ''حضور کا اقبال سلامت اور بلند ہو۔ یہ بتایئے کہ اگر ہم جیت گئے تو ہمیں کیا انعام ملے گا؟''

فرعون نے کہا: ''ہم تم کو اپنا مصاحب بنائیں گے اور بڑا مرتبہ تم کو دیں گے۔

ہر بادشاہ کا قاعدہ ہے کہ خوش ہوکر یہی صلہ دیتا ہے، اسی سے بڑے بڑے بہادر دھوکہ کھا جاتے ہیں اور بڑے بڑے جواں مرد ان انعاموں کا شکار بن کر وہ کام کر جاتے ہیں جو ان کو نہ کرنا چاہیئے۔

جادوگر بھی فرعون کے وعدہ پر پھولے نہ سمائے اور بھی ڈینگیں مارنے لگے۔

مقابلہ

فرعون وقت مقررہ پر تمام جادوگروں اور درباریوں کے

ساتھ میدان میں آیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''اللہ تمہارا برا کرے، تم ہمارے معجزہ کو جادو بتاتے ہو اور اللہ پر جادو کی تہمت لگاتے ہو اگر اللہ کا عذاب آ گیا تو پھر چھٹکارا مشکل ہے، ایسے تباہ اور برباد ہو گے کہ تمہارا نام ونشان نہ رہ جائے گا''

مگر یہ باتیں سن کر ڈرتا کون، فرعون اور اس کی قوم، توبہ! وہ کیا ڈرے گی، نہ انہیں مرنا تھا نہ اللہ کو منہ دکھانا تھا وہ ڈرتے کیوں، انہیں تو اپنی قوت پر ناز، اپنی سلطنت پر غرور اور اپنی طاقت پر گھمنڈ تھا۔

قصہ مختصر جادوگر آگے بڑھے اور بولے، ''پہلے کون اپنا کمال دکھائے گا؟''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''پہلے تم ہی زور آزمائی کرو''۔

یہ سنتے ہی جادوگروں نے اپنی اپنی لاٹھیاں اور رسیاں زمین پر ڈال دیں اور کہا ''بادشاہ سلامت کے اقبال سے آج ہم ہی غالب ہوں گے''۔

دیکھتے ہی دیکھتے پورا میدان سانپوں سے بھر گیا اور سانپ چاروں طرف دوڑ پڑے۔

اب تماشا دیکھنے والوں کے حواس گم ہوئے اور گھبرا کر پیچھے ہٹنے لگے، عورتیں چیخنے لگیں، بچے رونے لگے، غرض پورے میدان میں ایک شور مچ گیا، سانپ سانپ کی پکار تھی اور ہٹو بچو کا زور تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی کچھ خطرہ لاحق ہوا، اور کیسے نہ ہوتا، یہی دن تو عزت اور ذلت کا تھا، یہی دن کامیابی اور ناکامی کا تھا یہی دن حق و باطل کے امتیاز کا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہار آسان بات نہ تھی۔ ان کی ہار صرف ان کی ہار نہ تھی بلکہ دین کی ہار تھی، اور دین حق کا ان جھوٹے نافرمانوں کے سامنے ہارنا قیامت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کامیابی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ہمت دلائی، فرمایا، ڈرو نہیں تم ہی غالب ہو گے، ذرا تم اپنی لاٹھی پھینک کر دیکھو ان کی تمام شعبدہ بازی دھری رہ جائے گی اور یہ تم پر کسی طور سے بھی غالب نہیں ہو سکتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جوش میں آ گئے اور جادوگروں سے فرمایا: تم جو یہ جادو کا سوانگ بنا کر لائے ہو جس پر اترا رہے ہو، ابھی آن کی آن میں تمہارا یہ سحر فنا ہو جائے گا اور یہ ساری شیخی

منٹ کی منٹ میں کرکری ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ یہ زور اور یہ غرور پلک جھپکتے گھٹا دے گا، پھر تم بُرا مانو یا بھلا، یہ کہہ کر اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دی۔

لاٹھی کا زمین پر گرنا تھا کہ ہل چل مچ گئی، جادوگروں کے جادو پر بجلی گر پڑی، ان کا کمال فنا ہو گیا، ان کی ساری عزت خاک میں مل گئی، ان کی استادی اور مہارت پر پانی پھر گیا، فرعون اور اس کی قوم کی اُمیدوں پر اوس پڑ گئی، لوگوں کا منھ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ جادوگر حیران کہ یہ ماجرا کیا ہے۔ ہم جادوگر ہیں اور جادو کی جڑ کو جانتے اور پہچانتے ہیں، جادو کی تمام قسموں سے خوب واقف ہیں، ہم اس فن کے امام اور استاد ہیں، اپنی ساری عمر اسی میں گنوائی اور اتنا بھی نہیں پہچانیں گے کہ یہ کیا چیز ہے یہ جادو نہیں ہے، بے شک یہ جادو نہیں ہے۔ اگر یہ جادو ہوتا تو ہم جادو کا جادو سے مقابلہ کرتے اور فن کو فن سے ٹکراتے، بلاشبہ یہ جادو نہیں ہے اس کے سامنے تو ہمارا سارا فن بے کار ہو گیا، اس کے سامنے تو ہمارا سارا سحر ایسا زائل ہو گیا جیسے سورج کے سامنے شبنم پگھلتی ہے، بھلا ہم اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور ہم کیا اگر ساری دنیا کے جادوگر بھی جمع ہو جائیں تو وہ بھی ہار مان لیں۔

جادوگر ایمان لے آئے

(پہلی چوٹ)

جادوگروں کو یقین آ گیا کہ بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں اور بے شک یہ اللہ کا عطا کردہ معجزہ ہے جب ہی تو ہمارا تمام سحر باطل ہو گیا یقین کا آنا تھا کہ جادوگر چلا اٹھے:

آمَنَّا بِرَبِّ هَارُوْنَ وَ مُوْسٰى

(ترجمہ) ہم موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لائے''۔

پھر سجدہ میں گر پڑے اور کہا: ہم موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لائے، ہم دونوں جہاں کے پروردگار پر ایمان لائے، اللہ کی شان ہے

بلعم باعور کو دوزخ ملے
جنتی ساحر بنیں فرعون کے

فرعون کا غصہ اور دھمکی

جادوگروں کا ایمان دیکھ کر اور باتیں سن کر فرعون کے تن

بدن میں آگ ہی تو لگ گئی، غصہ میں دیوانہ وار اٹھ کھڑا ہوا، پھر بیٹھ گیا، پھر کھڑا ہو گیا، چیخا چلایا، مگر اس سے ہوتا کیا ہے، تیر کمان سے نکل چکا تھا۔

اے فرعون جس کی تجھے امید نہ تھی وہ تو نے دیکھا جس تصور سے تیرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے وہی تصویر تیرے سامنے آئی، دیکھ تیرے ہی ملک کے رہنے بسنے والے، تیری ہی رعایا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور ان کے لشکری بنے۔

اے فرعون! تیرا پھینکا ہوا تیر، تیرے ہی کلیجہ کے پار ہوا، اور اسی تیر نے تیرا ہی کلیجہ چھلنی کر دیا۔

فرعون سمجھتا تھا کہ ہمارا ایسا ذی ہوش اور ہم سا عقل مند کوئی نہیں، نہ ہمارا ایسا کوئی حاکم ہے نہ ہماری ایسی کسی کی حکومت ہے۔ ہماری حکومت لوگوں کے جسموں پر ہے، دلوں پر ہے، زبانوں پر ہے، عقلوں پر ہے، کیا مجال کہ مصر کا کوئی فرد ہمارے حکم کی سرتابی کرے، اب جو جادوگر موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے، تو پھر اس کے غصہ کا کوئی ٹھکانہ ہی نہ رہا، آپے سے باہر ہو گیا، کہنے لگا تم کس کے حکم سے ایمان لے آئے، کس نے تم کو اجازت دی، کیا تم یہاں ایمان لانے کی غرض سے آئے تھے اور ہم کو دھوکا دے رہے تھے، کیا تم اس نیت

سے آئے تھے کہ اسی حیلہ سے مصر سے مصر والوں کو نکال دو، اچھا اب اس کا انجام بھی عنقریب دیکھو گے، کان کھول کر سن لو کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں کٹوا کر کھجور کے تنے میں سولی دوں گا، اس وقت تم سمجھو گے کہ کس کا عذاب زیادہ سخت ہے اور سب سے پہلے تو تمہارے استاد کی خبر لوں گا جس نے تمھیں جادو سکھایا ہے۔

جادوگروں کا جواب

جادوگروں نے جوش میں آکر کہا کہ ہمیں کوئی پروا نہیں، جو تیرا جی چاہے کر، ہم کو تو اپنے پروردگار کے پاس جانا ہے اور پھر تجھ کو تو ہم پر صرف اسی دنیا میں اختیار ہے، بس اگر تو یہ چاہے کہ ہم ان روشن دلیلوں کو دیکھ کر اور اس ذات واحد پر ایمان نہ لا کر تجھ کو ترجیح دیں اور تیری سزاؤں سے ڈر جائیں، یہ ناممکن ہے، اور بالکل ناممکن ہے۔ ہم کو تو اب یہی فکر ہے اور یہی تمنا ہے کہ ہمارا پروردگار ہماری تمام خطاؤں کو معاف کردے، اسی کو خوب علم ہے کہ ہم سب سے پہلے ایمان لائے ہیں۔ پھر جوش میں آکر کہنے لگے کہ ہم اپنے پروردگار پر اس لیے ایمان لائے ہیں کہ وہ ہماری تمام خطاؤں کو معاف کردے اور خاص کر اس خطا کو جو ہم تیرے حکم سے کر گزرے

جس پر ہمارا دل ہم کو ملامت کر رہا ہے۔

اللہ ہی بہتر اور باقی رہنے والا ہے اور گنہگاروں کا ٹھکانا جہنم ہے جہاں نہ موت ہے نہ زندگی اور جہاں ہمیشہ ہمیشہ جلنا اور سلگنا پڑے گا اور جو لوگ اچھے اعمال کر کے اور اپنے پروردگار کو راضی کر کے اس دنیا سے چلے گئے ان کو بڑے بڑے درجے ملیں گے، ایسے باغات ملیں گے جن کے نیچے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہاں وہ ہمیشہ راحت اور آرام سے رہیں گے۔

فرعون کی حماقت

فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں تنگ آگیا، اس کی حالت غیر ہوگئی، بھوک و پیاس غائب ہوگئی، نیند اڑ گئی، نہ اب اس کو سونا اچھا لگتا تھا نہ جاگنا، نہ کھانا پینا، غم و غصہ کھا کھا کے جی رہا تھا، سب کچھ تدبیریں سوچتا تھا اور کچھ بنائے نہ بنتی تھی۔

قوم بھی عاجز آچکی تھی اور ان کی تدبیر بھی کچھ کام نہ آئی آخر عاجز ہو کر فرعون سے کہا، کیا آپ موسیٰ کو یوں ہی چھوڑ دیں گے کہ وہ ملک بھر میں فساد پھیلاتے پھریں اور آپ سے سب کو برگشتہ کرتے پھریں اور لوگوں کو آبائی دین سے ہٹاتے رہیں۔

فرعون نے کہا، نہیں بھلا ہم ان کو چھوڑ سکتے ہیں، ہم ایسے زبردست ہیں کہ وہ ہم سے جیت نہیں سکتے، ان کو منہ کی کھانی پڑے گی، ہم ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے، ان کی بیٹیوں کو زندہ رکھیں گے اوران کو سخت سزادیں گے۔

اب فرعون نے پھر ارادہ کیا کہ قوم کے سامنے ایسی بات پیش کروں کہ تمام قبطیوں اور بنی اسرائیل کی نظروں میں موسیٰ علیہ السلام ذلیل ہو جائیں چنانچہ بہت فخریہ انداز میں کہنے لگا۔

اے قوم! تم جانتے ہو کہ مصر میرا ملک ہے اوراس بڑی سلطنت کا میں تنہا مالک ہوں، پورے ملک پر میری حکومت ہے۔ دریائے نیل خوش نما اور خوش منظر اداؤں سے میرے قدموں کے نیچے اٹھکھیلیاں کرتا ہے، بتاؤ میں بہتر ہوں یا وہ شخص جس کو بات کرنا بھی نہیں آتی''۔

پھر مغرورانہ انداز میں کہا:

''اے ہامان! میرے لیے ایک بہت لمبا زینہ بنواؤ جس پر چڑھ کر میں آسمان کی سیر کروں اور موسیٰ کے معبود کو دیکھوں تا کہ معلوم ہو کہ موسیٰ سچ کہتے ہیں یا جھوٹ''

ہامان نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور زینہ بنوانا شروع کر دیا، مگر

کہاں تک، کچھ حد بھی ہے، بھلا آسمان تک زینہ پہونچ سکتا ہے، یہ فرعون کی عقل تھی، اور اس پر کیا موقوف ہر کافر اور مشرک بیوقوف ہوتا ہے، اگر بے وقوف نہ ہوتا تو ایسی دیوانی حرکتیں کیوں کرتا۔

غرض یہ کہ زینہ بنواتے بنواتے ہامان تھک گیا، بناتے بناتے مزدور پست پڑ گئے اور مصر کا تمام چونا، مٹی اور اینٹیں ختم ہو گئیں، لیکن زینہ آسمان تک تو کیا چاند سورج اور ستاروں تک بھی نہ پہونچا، حد یہ ہے کہ بادلوں تک نہ پہونچا، فرعون عاجز ہو کر بیٹھ رہا۔

اے نادان فرعون! کیا تجھے خبر نہیں کہ یہ زمین کس نے بنائی، یہ بلند آسمان کس نے قائم کیے، ارے بے وقوف! تو کس کو دیکھنے جاتا ہے، جس کو تو دیکھنے جاتا ہے وہ تو ہر جگہ موجود ہے، اس کی قدرت کے جلوے، اس کی قدرت کے مناظر روز روشن کی طرح ظاہر ہیں، ذرا دل کی آنکھیں کھول تو تجھے دکھائی دے، مگر تیری آنکھوں پر غفلت کے پردے پڑے ہیں اور تیرے دل پر مہر لگی ہے جبھی تو تجھے نظر نہیں آتا۔

فرعون جب ادھر سے بھی ناکام ہوا تو اس نے ارادہ کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دوں نہ رہے بانس نہ بجے بانسری، اور جب لوگ معترض ہوں گے کہ موسیٰ علیہ السلام کو کس بناء پر قتل کیا تو کہہ

دوں گا کہ وہ ملک بھر میں فساد پھیلاتے ہیں، مجھے خطرہ معلوم ہوا کہ یہ چند ہی دن میں لوگوں کو ان کے آبائی دین سے برگشتہ کر دیں گے۔ یہ ارادہ کرکے اس نے اپنی قوم سے کہا:

"میں چاہتا ہوں کہ موسیٰ کو قتل کر دوں اور وہ قتل ہوتے وقت اپنے رب کو پکاریں، پھر میں دیکھوں کہ ان کا رب ان کی پکار سنتا ہے یا نہیں؟"

ایک مرد مومن کی نصیحت

دوسرا تازیانہ

فرعون کا ایک درباری حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا تھا لیکن وہ اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا، وہ اس مشورہ کو سن کر تھرا گیا، کہنے لگا، کیا تم موسیٰ علیہ السلام کو اس بناء پر قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتے ہیں کہ میرا پروردگار اور تمہارا پروردگار صرف وہی ایک اللہ وحدہ لاشریک ہے یا اس جرم پر قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ اپنے رب کے پاس سے روشن دلیلیں لے کر آئے ہیں اس کے علاوہ اور کون سا گناہ انہوں نے کیا، کیا نقصان تم کو پہونچایا، کوئی تکلیف تم کو دی، جو تم ان کی جان کے درپے اور ان کے خون کے پیاسے ہو رہے ہو؟

تم کس لیے ان کو ستاتے ہو اور کیوں تکلیف پہونچاتے ہو، کیوں ان پر ایمان نہیں لاتے، ان کا کہنا نہیں مانتے، ان کی بات نہیں سنتے، ان کو جھوٹا سمجھتے ہو تو ان کو چھوڑ دو، وہ جہاں چاہیں جائیں اور جس حال میں ہوں تم سے کیا مطلب، اگر وہ جھوٹے ہیں تو ان کے جھوٹ کا وبال ان کی گردن پر، اور اگر وہ نبی ہیں جیسا کہ وہ کہتے ہیں تو پھر یاد رکھو کہ جب ان کو تکلیف پہونچاؤ گے تو ایسا سخت وبال تم پر پڑے گا کہ تم سے اٹھائے نہ اٹھے گا، اس کے علاوہ اگر وہ سچے ہیں تو اس عذاب سے ڈرو جس سے وہ تم کو ڈراتے ہیں۔

اے میرے بھائیو! اللہ کے لیے اپنے ملک، اپنی قوت اور اپنے لشکر پر غرور نہ کرو۔

اے قوم! تمہاری سلطنت بڑی ہے میں مانتا ہوں اور لوگ تمہارے تابع ہیں اس کو بھی جانتا ہوں، لیکن یہ تو بتاؤ کہ اگر اللہ کی طرف سے تم پر عذاب آگیا تو اس عذاب سے بچانے والا کون ہے، ہے کوئی مددگار؟ ہے کوئی ٹھکانہ؟ زمین اللہ کی، آسمان اللہ کا، اس سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے، کہاں تم کو پناہ ملے گی؟

فرعون نے کہا ''میں اس کے سوا کچھ نہیں جانتا کہ میں ہی تم کو ہدایت دیتا ہوں اور سیدھے راستہ پر چلاتا ہوں''

اس نیک شخص نے کہا: مجھے ڈر ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کی قوموں کی طرح تم پر بھی عذاب نہ آجائے، پھر تمہیں بھاگتے راستہ بھی نہ ملے۔

اے قوم! سمجھو اور سوچو کہ اللہ تعالیٰ اس ظلم و زیادتی اور بے انصافی کو پسند نہیں فرماتا، دیکھو قیامت قریب ہے، تم سمجھتے ہو کہ قیامت کیا چیز ہے، قیامت کا دن ایسا سخت ہوگا کہ کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا، بھائی بھائی سے، بیٹا باپ سے، باپ بیٹے سے اور دوست دوست سے منھ پھیر کر بھاگیں گے، ہر ایک کی اس دن ایسی حالت ہوگی جو دوسروں سے بے پرواہ کر دے گی، گویا اس سے دنیا میں کبھی کوئی تعلق ہی نہ تھا جو دنیا میں ایک دوسرے کے جگری دوست ہیں، وہ وہاں ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر ہاں جو اللہ سے ڈرتے ہیں، آخرت کا یقین رکھتے ہیں، ہر گناہ سے بچتے ہیں، وہ وہاں آپس میں محبت والفت کے ساتھ جنت میں رہیں گے۔

اس دن حسب ونسب کی پوچھ نہ ہوگی، اس دن تو عمل ہی پوچھے جائیں گے، اس دن شہنشاہ دو عالم فرمائے گا کہ آج کے دن کس کا راج اور کس کی حکومت اور بادشاہت ہے پھر خود ہی فرمائے گا، آج کے دن اللہ زبردست، وحدہ لاشریک کی بادشاہت ہے۔

اے قوم! وہ دن ایسا سخت ہوگا کہ لوگ گھبرائے گھبرائے پھریں گے، چیخیں گے چلائیں گے، ایک دوسرے کو پکاریں گے، اپنے ساتھیوں کو اپنے ہی بھائی بندوں کو پکاریں گے اور وہ آواز سنیں گے لیکن منھ پھیر کر چلے جائیں گے اور پکارنے والا پکارتا ہی رہ جائے گا، کوئی جواب دینے والا نہ ہوگا، اور کوئی ان کو اللہ کے عذاب سے بچانے والا نہ ہوگا۔

اے قوم! اس دن کی پکار کا جب دھیان آتا ہے تو میں تھرّا جاتا ہوں کہ تم لوگوں کو پکاروگے اور وہ تمہاری طرف سے پیٹھ موڑ کر چلے جائیں گے پھر تم حسرت سے منھ دیکھ کر رہ جاؤ گے، تم ہی سوچو کہ کتنی حسرت کا مقام ہے اور کتنی بے بسی اور بے کسی کا دن ہے۔

اے قوم! موسیٰ علیہ السلام کو غنیمت سمجھو، یہ ایک اللہ کی اتنی بڑی نعمت ہیں کہ جس کے مقابلہ میں کوئی نعمت نہیں، مگر افسوس ہے کہ تم اس نعمت کی قدر تو کیا کروگے اور ٹھکراتے ہو، اور جب یہ نعمت تم سے چھن جائے گی تو پھر کف افسوس ملوگے، پچھتاؤ گے، لیکن اس وقت پچھتانا کام نہ آئے گا، حضرت یوسف علیہ السلام کو تم نے زندگی میں نہ پہچانا، ان کی قدر جیسی کرنا چاہیے تھی تم نے نہ کی، اور جب ان کا انتقال ہوگیا تو کہتے ہو یوسف علیہ السلام کا کیا کہنا، وہ ایسے نبی

تھے، جن کی مثال نہیں، وہ ایسے بادشاہ تھے جن کا ثانی نہیں، ایسے ہی موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد نادم ہوگے اور افسوس کروگے، مگر اس وقت کی ندامت اور افسوس سے کیا فائدہ۔ ع

اب پچھتائے کا ہوت جب چڑیا چک گئیں کھیت

اس اللہ کے بندہ نے اپنی قوم کے لوگوں کو طرح طرح سے سمجھایا اور ہر ہر طریقہ سے ان کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی مگر جب دل پر غفلت کے پردے پڑ جاتے ہیں تو کسی کی نصیحت کارگر نہیں ہوتی۔

وہ نیک شخص سمجھتا تھا کہ قوم دنیا کے نشہ میں مست ہے اور فرعون اپنی مملکت اور اپنی قوت پر نازاں ہے، ان میں سے کسی کو ہوش نہیں، کسی کو اپنے اس انجام کی فکر نہیں۔

افسوس کہ یہ لوگ ایسی دنیا پر پھولے ہیں جو چار دن کی چاندنی اور دھوکہ کی ٹٹی ہے، یہ دنیا تو اس سایہ کی طرح ہے جو بہت جلد زائل ہو جانے والا ہے، یہ دنیا اس خواب کی طرح ہے جب تک خواب ہے سب کچھ ہے اور آنکھ کھلی تو کچھ نہیں۔

وائے نادانی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا یا سنا افسانہ تھا

اے قوم! یہ دنیا کی زندگی ایک سرائے فانی ہے، تمہارا اصلی ٹھکانا تو آخرت کا گھر ہے، تم کیوں نہیں سمجھتے۔

اے قوم! افسوس ہے کہ میں تم کو دین حق کی دعوت دیتا ہوں اللہ واحد کی طرف بلاتا ہوں اور تم کو ہمیشہ ہمیشہ کی تکلیفوں سے نجات دلانا چاہتا ہوں، مگر تمہارے ماتھے پر جوں نہیں رینگتی اور تم مجھ کو دوزخ کی طرف بلاتے ہو اور چاہتے ہو کہ میں تمہارا کہنا مان لوں، اللہ کا شریک ٹھہراؤں، اس کی نافرمانی کروں۔

خوب!

تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارے معبودوں کی طرف سے کون سا رسول آیا، کون سی کتاب نازل ہوئی؟ کون سا معجزہ ظاہر ہوا، جس کی تم مجھ کو دعوت دیتے ہو؟ کچھ نہیں، ان کی کوئی اصلیت نہیں، کچھ نام ہیں جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے گڑھ لیے ہیں، نہ اللہ کی طرف سے اس کی کوئی دلیل اتری نہ اس کی کوئی سند ہے۔

اے قوم! سن لو اللہ کے رسول وہ ہیں جو اللہ کا پیغام لائے اور اللہ کے بندوں کو اس کا پیغام پہونچایا، لوگوں کو دین حق کی دعوت دی، وہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے، حضرت یوسف علیہ السلام

تھے ، اور یہ اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام علیہ السلام ہیں ، ان کی ہر ایک بات سے ایک نشانی ظاہر ہوتی ہے ، ان کی ہر ایک بات سے اللہ کی قدرت آشکارا ہوتی ہے ، ان کی ہر ادا سے شان الٰہی کا ظہور ہوتا ہے اور ان کے ہر کام سے تبلیغ کا اظہار ہوتا ہے۔

جب وہ نیک شخص اپنی قوم کو سمجھا کے تھک گیا اور قوم پر کوئی اثر نہ دیکھا تو ان کی ہدایت سے مایوس ہو گیا تو اس شہر سے وہ بیزار اور متنفر ہو کر نکل گیا ، چلتے چلتے کہا:

اے قوم! انشاء اللہ ایک دن ایسا آئے گا کہ تم میری نصیحت کو یاد کرو گے اور پچھتاؤ گے اور میں نے تو اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کیا ہے جو اپنے بندوں کو دیکھتا رہتا ہے۔

فرعون اور اس کی قوم یہ سن کر غصہ میں آپے سے باہر ہو گئی اور چاہا کہ اس کو قتل کر دیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت فرمائی ، ان کو ان ظالموں سے بچا لیا ، اللہ تعالیٰ جس کی حفاظت فرمائے اس کو کون نقصان پہونچا سکتا ہے۔

فرعون کی نادانی

فرعون سمجھتا تھا کہ ہم عقل مجسم ہیں اور ہم ہر چیز کے مالک

ہیں، سب کے دلوں پر ہماری حکومت ہے، سب کی زبانوں پر ہمیں اختیار ہے، کوئی ہماری اجازت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا یہی وجہ تھی کہ جب کوئی شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آتا اور فرعون کو خبر ہو جاتی تو اس کے دل پر گزر جاتی اور ایسا غم وغصہ اس پر سوار ہوتا کہ اس کی عقل ٹھکانہ نہ رہتی اور اسی غم وغصہ کے عالم میں وہ وہ حرکتیں کر جاتا جو پاگل ہی کر سکتے ہیں کبھی بیٹھ جاتا، کبھی کھڑا ہو جاتا، کبھی چیختا چلاتا اور کبھی جوش میں آکر کہتا: "تم بغیر میری اجازت کے کیسے ایمان لے آئے، تم نے میرے خلاف کیسے کیا، تم کو جرأت کیسے ہوئی میری سلطنت میں رہ کر، میری نعمتوں کو کھا بچا کر، میری نافرمانی پر کمر باندھی، میرے ہی خلاف کام کرنے پر جرأت ہوئی؟ میں اس قابل ہوں کہ ہر شخص اپنے نفس سے زیادہ میری عزت کرے اور میرا حکم مانے اور تو نے مجھ سے منھ موڑ کر دوسرے کا منھ دیکھا، مجھے چھوڑ کر دوسروں کو اپنایا"

بے وقوف فرعون یہ نہ سمجھتا تھا کہ وہ بھی کسی کے زیر حکومت ہے اور ایسے زبردست حکمت والے کے زیر حکومت ہے کہ جس کے آگے کسی کو چوں وچرا کی مجال نہیں۔

کوئی اس سے پوچھتا کہ تو بھی تو کسی کی مملکت میں ہے، تو

بھی تو کسی کی سلطنت میں رہ کر اس کی بخشی ہوئی نعمتوں کو کھا پی کر کفران نعمت کرتا ہے، اسی کی بچھائی ہوئی زمین پر چلتا ہے اور اتراتا ہے، اسی کے قائم کیے ہوئے آسمان کے نیچے بیٹھ کر باتیں بناتا ہے، پھر اس پر طرّہ یہ کہ خدائی کا دعویٰ کرتا ہے انا ربکم الاعلیٰ کا نعرہ لگاتا ہے کیا یہ جرم نہیں، یہ کفران نعمت نہیں ہے، یہ نافرمانی اور روگردانی نہیں ہے، یہ جرأت اور بے باکی اور دیدہ دلیری نہیں ہے اور تیرے ملک میں رہ کر جو تیرے خلاف کریں وہ بڑا جرم ہے، وہ ایسا جرم ہے جو بالکل ناقابل معافی ہے، ایسا جرم ہے کہ سولی دی جائے ہاتھ پاؤں میں کیلیں ٹھونکیں جائیں، آگ کے الاؤ میں جھونکا جائے پھر بھی کم ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ سزا کے مستحق ہیں، مگر اے فرعون یہ تو بتا کہ تیرے غصہ اور تیری سزا کی حد کہاں تک ہے؟

قصہ مختصر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے ذریعہ اس کو ایک بار نہیں کئی کئی بار سمجھایا، لوگوں کو اسلام کی توفیق دے کر اس کو دکھا دیا کہ تو سمجھتا ہے کہ ہماری حکومت ہے، دیکھ اور سمجھ، یہ محض تیرا خیال ہے، عقلوں پر، جسموں پر اور زبانوں پر ہماری حکومت ہے، دلوں کی کنجی ہمارے ہاتھ میں ہے، ہم جس طرف چاہیں پھیر دیں اور جس طرف چاہیں گھما دیں، تیرے اختیار میں کچھ نہیں، تو کچھ نہیں کر سکتا۔

تیسری مار!

جس طرح پہرہ چوکی اور تفتیش و جاسوسی اور ہزاروں لڑکوں کے قتل کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام بچ گئے اور فرعون ہی کے محل میں پرورش پاکر فرعون ہی کی ہلاکت کا باعث بنے اور وہی ظہور میں آیا جس کا اسے ڈر تھا، اسی طرح انتہائی قید و بند اور قید شدید کے باوجود اسی کی مملکت میں لوگ مسلمان ہوتے گئے، یہاں تک کہ اس کی بیوی آسیہ بھی ایمان لے آئیں اور فرعون کی قید و پابندی دھری رہ گئی۔ اللہ کی قدرت ؎

اہلیہ لوطؑ نبی ہو کافرہ
زوجہ فرعون ہوئے طاہرہ

یہ نیک دل بیوی سچے دل سے اللہ پر ایمان لائیں، اسلام قبول کیا، اور اس اللہ کے دشمن، خدائی کا دعوی کرنے والے فرعون کی بندگی سے نکل کر اللہ کی محبّ اور محبوب بندی بن گئیں اور اللہ کی رضا کی طلب گار، جنت کی خواست گار ہوکر اور فرعون اور اس کے عمل سے بیزار ہوگئیں، اللہ تعالیٰ ان کے ایمان اور بہادری کی اپنے کلام پاک میں اس طرح تعریف فرماتا ہے، ارشاد ہے:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوا امْرَاَةَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال پیش کرتا ہے۔ فرعون کی بیوی نے کہا، اے میرے رب اپنے پاس میرے لیے جنت میں ایک گھر بنادے اور مجھ کو فرعون اور اس کے عمل اور اس کی ظالم قوم سے نجات عطا فرما۔

بنی اسرائیل

بنی اسرائیل فرعون اور اس کی قوم کے نت نئے مظالم اور آئے دن کی محنتوں اور ذلیل ترین خدمتوں سے تنگ آگئے۔

وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے اور ان کو اپنی دکھ بھری کہانی سنائی، کہنے لگے: ''اے موسیٰ ہر دن نئی آفت ہر روز نئی مصیبت کہاں تک ہم برداشت کریں، برداشت کی کچھ حد بھی ہے، تم سے کہتے ہیں تو تم کہتے ہو کہ صبر کرو، آخر صبر کی کوئی انتہا ہے، تمہاری

پیدائش سے لے کر آج تک تو صبر کرتے اور برداشت کرتے چلے آرہے ہیں ہمیں تو خیال تھا کہ تمہاری ذات سے ہمیں بہت فائدہ پہونچے گا لیکن ہمارا خیال غلط نکلا، ہنوز روز اول ہی ہے"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، کچھ دن اور صبر کرو، اللہ تعالیٰ ضرور رحم فرمائے گا، اسی سے مدد چاہو اور اسی پر بھروسہ رکھو اور سمجھ لو کہ یہ زمین اللہ کی ہے اور وہ اپنی زمین کا مالک ہے جس کو چاہے عطا فرمائے کسی کو چوں و چرا کی مجال نہیں، دم مارنے کی طاقت نہیں، ہاں بہتر انجام نیک آدمیوں کا ہے، گھبراؤ نہیں، مایوس نہ ہو، ہر کام اللہ تعالیٰ کے لیے آسان ہے کچھ مشکل نہیں، بہت ممکن ہے کہ وہ تمہارے دشمنوں کو ہلاک کردے اور تم کو اس زمین کی بادشاہت عطا فرمائے، تم مسلمان ہو تم کو اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔

بنی اسرائیل نے کہا، ہم اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں، اور دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں قوم کے لیے مصیبت نہ بنائے اور اپنی رحمت کے طفیل میں ہم کو اس کافر قوم سے نجات عطا فرمائے۔

اللہ کے بندوں کو اللہ کی بندگی سے فرعون کی روک تھام

فرعون جب بنی اسرائیل کو اللہ کی عبادت کرتے دیکھتا تو اس

کے تن بدن میں آگ لگ جاتی تھی ، وہ انگاروں پر لوٹنے لگتا اور ایسی آتش غضب بھڑکتی کہ بجھائے نہ بجھتی اور وہ بنی اسرائیل پر شدت سے سختی کرنے لگتا اور سزائیں دینے لگتا تاکہ یہ لوگ ناقابل برداشت سزاؤں سے تنگ آکر اللہ کی عبادت کرنا، مسجدیں بنوانا اور ان کو آباد کرنا چھوڑ دیں۔

فرعون کی جہالت ، بے وقوفی اور سرکشی کی کوئی انتہا ہے اتنا نادان، ایسا احمق، اس درجہ سرکش کہ اللہ کی زمین پر اپنا زور دکھائے اور اللہ کے بندوں کو اپنی بندگی پر مائل کرے۔

اس سے زیادہ بے وقوف، اس سے زیادہ جاہل اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ کی زمین پر اللہ کا گھر بنانے سے روکے اور اللہ کی زمین پر اللہ کے بندوں کو اللہ کی عبادت سے منع کرے اور اللہ کی زمین پر رہ کر اللہ کی مخلوق سے اپنا سجدہ کرائے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ تم اپنی قوم سے کہو کہ وہ اپنے اپنے گھروں کو اپنا قبلہ بنائیں اور نمازیں ادا کریں بنی اسرائیل نے حکم کی تعمیل کی اور چھپ چھپ کر گھروں میں نمازیں پڑھنے لگے۔

قحط سالی

جب فرعون کی غفلت و مدہوشی، ظلم، وزیادتی اور ایذ ا رسانی حد سے تجاوز کر گئی تو اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ اس کو ایسی تنبیہ کریں اور ایسی ٹھوکر دیں کہ یہ ایک دم خواب غفلت سے بیدار ہو جائے۔

چنانچہ قحط کو اللہ تعالیٰ نے اس پر مسلط فرمادیا تا کہ اس کے ذریعہ فرعون اور اس کی قوم کی آنکھ کھلے لیکن فرعون پرلے درجے کا سرکش اور غبی تھا، اس کا دل ایسا زنگ آلود تھا کہ ایک ٹھوکر نہیں ہزاروں ٹھوکریں لگتیں اور صبح سے شام اور شام سے صبح تک اس کا دل رگڑا جاتا جب بھی صاف اور ٹھیک نہ ہوتا۔

جب دل پر غفلت کے پردے پڑ جاتے ہیں اور تاریکی چھا جاتی ہے تو اس کی سمجھ بوجھ سب غائب ہو جاتی ہے اور کیسے غائب نہ ہو، ایمان ہو تو اس کی روشنی میں کچھ دیکھے اور سمجھے، بھلا کفر کی تاریکی میں کوئی چیز نظر آسکتی ہے۔؟

غرض اللہ تعالیٰ نے قحط کے ذریعہ اس کو ہوش میں لانا چاہا۔

مصر بہت سرسبز شاداب ملک تھا، ہر چیز کی فراوانی تھی، پھلوں کی کثرت، غلہ کی بھرمار، یہی حالت حضرت یوسف علیہ السلام کے

زمانہ میں تھی، جب ان کے زمانہ میں قحط پڑا تو لوگ دور دور سے آ کر مصر میں پناہ گزیں ہوئے اور یہیں آ کر آسودہ ہوئے۔

دریائے نیل مصر کا ایک عجیب دریا تھا جو مصر کی زمینوں کو سیراب اور کھیتوں کو سرسبز و شاداب کرتا تھا، یہ دریا مصر والوں کے لیے اتنی بڑی نعمت تھا کہ فرعون اور تمام اہل مصر اس کو رزق کی کنجی سمجھتے تھے اور اس کی وجہ سے ان کو بارش کی پرواہ نہ ہوتی تھی۔

فرعون اور اس کی قوم یہ نہ سمجھتی تھی کہ رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس پر چاہے کشادہ فرمائے اور جس پر چاہے تنگ کر دے، پھر اگر وہ رزق تنگ کر دے تو کوئی کشادہ نہیں کر سکتا، اور اگر کشادہ فرما دے تو کوئی تنگ نہیں کر سکتا، اور نیل بھی اسی کے تابع ہے اور اسی کے حکم سے فائدہ پہونچاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نیل کو حکم دیا کہ سوکھ جا، اللہ کے حکم کی دیر تھی، حکم پاتے ہی اس کا پانی زمین کی تہہ میں پہونچ گیا۔

اب مصر والوں کی آنکھیں کھلیں، اب فرعون کو ہوش آیا، کاش اس وقت کوئی فرعون سے کہتا کہ اب کھیتی کو سیراب کرو، پانی برساؤ، خدا تو بنے بیٹھے ہو، پھر یہ محتاجی کیسی، یہ بے دست و پائی کیوں؟

اب مصر والے سمجھے کہ فرعون کے ہاتھ میں ہمارا رزق نہیں

ہے ہمیں رزق دینے والا کوئی اور ہی ہے۔ لیکن ان سب باتوں کے سمجھنے کے باوجود بھی آنکھ نہ کھلی، خواب غفلت سے بیدار نہ ہوئے، شیطان ان کی رگ رگ میں سمایا ہوا تھا، نصیحت کیسے حاصل ہوتی، عبرت کیسے لیتے، دل کی آنکھیں کھولتے تو توحید کا سبق ملتا اور شریعت پر چلنے کی سوجھ بوجھ پیدا ہوتی، مگر وہ تو شیطان کی اُمت میں تھے جو وہ سکھاتا تھا سیکھتے تھے اور جو پڑھاتا تھا پڑھتے تھے۔ اس نے یہ خیال پیدا کر دیا کہ یہ قحط، مصیبت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کی نحوست کی وجہ سے ہے۔

ان عقل کے دشمنوں سے کوئی پوچھے کہ کیا موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا ظہور اب ہوا ہے کیا یہ سرسبزی اور شادابی کے وقت نہ تھے، یہ تو تمہارے اعمال بد کی شامت اور تمہارے ہی شرک و کفر کی نحوست ہے۔

غرض یہ کہ تمام کھیتیاں خشک ہوگئیں، درخت سوکھ گئے، پتے مرجھا گئے، پھول کمہلا گئے، رفتہ رفتہ قحط کے آثار شروع ہوگئے۔

اب مصریوں کے ہوش اُڑے کہ کھیتی کیسے سیراب کریں فرعون اور ہامان اور اس کی ساری قوم عاجز ہوگئی کسی کے بنائے کچھ نہیں بنتی تھی کسی کی عقل کام نہیں کرتی تھی اور، کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی تھی۔

فرعون پریشان ہے کہ اب ہماری خدائی میں فرق آرہا ہے، اب ہماری عزت خاک میں مل رہی ہے، دن رات فکر وتدبیر میں منہمک ہے، نہ رات کو نیند آتی ہے، نہ دن کو چین ملتا ہے، سوچتے سوچتے وہی ترکیب نکالی جو ہر بادشاہ عاجز ہوکر کرتا ہے، یعنی ایسی بات کہوں کہ میری خدائی میں تو داغ دھبہ نہ لگے موسیٰ ہی ذلیل ہوجائیں۔

کہنے لگا، موسیٰ کے جادو کے سبب سے ہم لوگ کبھی سرسبز نہیں ہوسکتے، کبھی پھل نہیں پاسکتے اور کبھی آرام نہیں اُٹھا سکتے، پھر کہا ''اے موسیٰ! تم کوئی بھی نشانی لاؤ اور اپنے جادو کے زور سے جیسی بھی مصیبت نازل کرو، ہم تم پر ایمان نہیں لاسکتے''۔

یکے بعد دیگرے پانچ بلائیں

جب ان سونے والوں کی آنکھیں نہ کھلیں، جب وہ خواب غفلت سے نہ چونکے، جب پانی کی قلت سے نصیحت نہ حاصل کی، عبرت نہ لی، تو اللہ تعالیٰ نے دوسری طرح سے ان کی خبر لی، اتنا پانی برسایا کہ نیل ابل پڑا، ایسی موسلا دھار لگاتار بارش ہوئی کہ تمام کھیتیاں اور باغات، ڈوب گئے، اب لوگ اس پانی سے بھی تنگ

آگئے، جس پانی کا انھیں سخت انتظار تھا، وہی پانی اب ان کے لیے وبال جان ہوگیا، جس سے سنو یہی شکایت کہ پانی بہت ہے، ہماری کھیتیاں ڈوب گئیں، ہمارے باغات غرق آب ہوگئے، ہمارے مکانات منہدم ہوگئے۔

مگر کس میں طاقت تھی کہ اللہ کے عذاب کو دور کردے۔

پانی کا عذاب کم ہوتے ہی ٹڈیوں کا بے پناہ لشکر آنازل ہوا، اور آن کی آن میں کھیتیوں اور باغوں کی صفائی کردی۔

فرعون، اس کا وزیر ہامان، اس کی قوم اور اس کی پولیس، اس بے پناہ لشکر سے عاجز ہوگئی، پریشان ہوگئی، لیکن اس کے دفعیہ کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔

نہ یہاں تلوار کام دے سکتی ہے، نہ بندوق، نہ تیر، نہ پیکان، پھر اللہ کے لشکر سے لڑنا آسان نہیں، یہ تو بہت تھے، اگر ایک اکیلے کو بھی اللہ تعالیٰ مسلط فرمادیتا تو اس کو بھی کوئی ہٹا نہیں سکتا۔

ہر جگہ فرعون کی محتاجگی اور بیچارگی کا مظاہرہ ہورہا ہے، لیکن نہ اس کو ہوش آتا ہے نہ اس کی قوم کی آنکھیں کھلتی ہیں۔

ٹڈیوں کا عذاب دور ہوا تو جوؤں کا عذاب مسلط ہوا، اس کثرت سے جوئیں پیدا ہوئیں کہ الٰہی توبہ! کھانے میں جوئیں، پانی

میں جوئیں، کپڑوں میں جوئیں کھجاتے کھجاتے ان کے ہاتھ شل ہوگئے، مارتے مارتے ناخن گھس گئے، مگر ذرا بھی کمی نہیں ہوئی، ایک کی جگہ چار اور چار کی جگہ آٹھ پیدا ہوتی تھیں، پوری رات اور سارا دن مارتے اور گالی دیتے بسر ہوتا تھا۔

جوئیں کم ہوئیں تو مینڈک بلائے بے درماں کی طرح نازل ہوئے، کھانے میں کود رہے ہیں، پانی میں غوطہ لگا رہے ہیں، بستروں میں لوٹ رہے ہیں، کپڑوں میں گھس رہے ہیں، اور مزا یہ کہ ایک کو مارو تو دس آتے تھے، ایک کو ہٹاتے تو بیس موجود ہوتے، گویا اسی گھر میں پیدا ہوتے ہیں، ایک ایک گھر میں سیکڑوں اور ہزاروں، تمام مصری اکتا گئے، گھبرا گئے، ترکیبیں سوچتے سوچتے دماغ فیل ہوگیا مگر کوئی ترکیب کارگر نہ ہوئی، دن رات کا آرام اور بھوک پیاس سب کافور ہوگئی۔

مینڈکوں کا عذاب دور ہوا تو خون کا عذاب چلا، ہر چیز میں خون ہی خون! نہ کھا سکتے تھے نہ پی سکتے تھے بھوک کے مارے بے تاب ہیں، پیاس کی شدت سے کلیجہ منھ کو آرہا ہے، لیکن کیسے کھائیں اور کیسے پئیں۔ ہر چیز میں تو خون ہے، علاج کرتے کرتے طبیب عاجز ہوگئے دوا کھاتے کھاتے خود پریشان ہوگئے، لیکن خون

تھا کہ چلا آرہا ہے، بھلا اس کو کون روک سکتا ہے کس میں طاقت ہے۔

فرعون اور اس کی قوم ہر مصیبت کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہتے تھے کہ اپنے پروردگار سے دعا کرو، اگر یہ مصیبت دور ہو گئی تو ہم ضرور ایمان لائیں گے، اور تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دیں گے، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے اور وہ مصیبت ٹل جاتی تو کہتے کہ یہ سب جادو کے کرشمے ہیں، تم جادو کے زور سے ہم سب کو تباہ کرنا چاہتے ہو، ہم ہرگز تم پر ایمان نہ لائیں گے۔

اللہ ری سرکشی، اللہ ری غفلت، کیسی کیسی مصیبت جھیلی، دکھ برداشت کیے تنگ آئے، پریشان ہوئے زندگی دوبھر ہو گئی، مگر نہ توبہ کی نہ ایمان لائے، ایسی ظالم سرکش اور مغرور قوم سے اللہ کی پناہ۔

بنی اسرائیل کی مصر سے روانگی

مصر ایسا کشادہ، سرسبز، شاداب اور وسیع ملک بنی اسرائیل کے لیے گور غریباں سے بدتر تھا، ان کو مصر کی کشادگی، سرسبزی اور شادابی سے کیا فائدہ، جہاں کا ہر گوشہ ان کے لیے قید خانہ ہو، جہاں کا ہر ذرہ خار بن کر چبھے، جہاں کی ہر چیز اور ہر کام مصیبت کا پیش خیمہ ہو، ہر دن نئی آفت، ہر روز نئی مصیبت، بیچارے کب تک غم

کھاتے اور کب تک صبر کرتے، آخر کار اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آ گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ تم رات ہی رات بنی اسرائیل کو لے کر نکل جاؤ، اور مصر چھوڑ دو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور رات ہی رات بنی اسرائیل کو لے کر چل دیئے اور اللہ کا نام لے کر بیت المقدس کی راہ لی۔

جس راستہ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام چل رہے تھے، یہ ملک شام سے ہوتا ہوا بیت المقدس جاتا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس راستہ سے بخوبی واقف تھے، دو مرتبہ اسی راستہ سے گزر چکے تھے، مدین جاتے وقت، پھر پلٹتے وقت، لیکن آج راستہ بھول گئے، نکلے تو بیت المقدس کے ارادہ سے تھے مگر رات کی تاریکی میں ان کو کچھ پتہ نہ چلا، وہ سمجھ رہے تھے کہ ہم شمال کی جانب جا رہے ہیں اور ان کے قدم مشرقی راستہ پر تھے۔ جب سرخ سمندر موجیں مارتا نظر آیا تو کہنے لگے، ارے ہم یہاں کہاں آ گئے، اے حفیظ! اے سلام! تو ہی حفاظت فرما، ہم تو سمندر کے دہانہ پر پہونچ گئے، پھر جو پیچھے مڑ کر دیکھا تو فرعون کا بے پناہ لشکر چلا آ رہا ہے اور لشکر کی ٹاپوں سے گرد و غبار اُڑ اُڑ کر آسمان سے باتیں کر رہا ہے۔

بنی اسرائیل یہ دیکھ کر چلا اُٹھے، اے موسیٰ! تم ہم کو سمندر کے کنارہ اسی لیے لائے ہو کہ فرعون کا لشکر قتل کرے اور تم تماشہ دیکھو، بتاؤ ہم کہاں جائیں، اب ہم کو کیسے نجات مل سکتی ہے، ہم نے تمہارے ساتھ کیا برائی کی ہے جو تم ہم سے بدلہ لیتے ہو، ہم نے تمہارا کیا قصور کیا ہے جس کی تم سزا دے رہے ہو، اتنی مصیبتیں ہم کو پہونچ چکیں، کیا وہ کافی نہ تھیں جو تم ہم کو یہاں مارنے لائے ہو، دیکھو سمندر ہمارے سامنے ہے اور دشمن پیچھے، بتاؤ۔ سوا موت کے کوئی چارہ ہے۔

اس وقت بنی اسرائیل کی آنکھوں میں دنیا اندھیری تھی، نا اُمیدی چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھی۔ سوا موت کے کچھ نظر نہ آتا تھا، موت کے تصور سے ہر ایک لرزہ براندام تھا، مارے ڈر کے کسی کی آواز نہ نکلتی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی تھے، ان کو اللہ کی ذات پر پورا بھروسہ تھا، وہ بالکل نہ گھبرائے بلکہ نبوت کے جلال میں آکر فرمانے لگے، میرا پروردگار میرے ساتھ ہے، تم لوگ کیوں گھبراتے ہو"

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اپنی لکڑی سمندر پر مارو تمہارے لیے خشک راستے نکل آئیں گے۔

جیسے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پر لکڑی ماری ایک دم بارہ راستے قائم ہوگئے۔ چونکہ بنی اسرائیل کے بارہ گروہ تھے اور ہر گروہ پر ایک امیر مقرر تھا، اس لیے اللہ نے بارہ راستے بھی نکال دیئے۔

اب بنی اسرائیل کا ہر گروہ ایک ایک راستہ پر اللہ کا نام لے کر چل پڑا، اور اللہ کی عنایت و مہربانی سے آن کی آن میں سب امن وسلامتی کے ساتھ پار ہوگئے اور کسی کو کوئی نقصان نہیں پہونچا۔ بھلا جس کے ساتھ اللہ کی مدد ہو، اس کو کون نقصان پہونچا سکتا ہے۔

فرعون اور اس کے لشکر کا انجام

جب فرعون لشکر سمیت سمندر پر پہونچا تو دیکھا سمندر میں بارہ راستے قائم ہیں۔ کہنے لگا اے قوم! دیکھو میں نے تمہارے لیے سمندر میں بارہ راستے قائم کر دیئے تا کہ تم کو آسانی کے ساتھ لے کر نکل جاؤں دیکھ لی تم نے میری قدرت میں ایسا زبردست ہوں کہ سمندر بھی میرے اختیار میں ہے جو میں حکم دیتا ہوں وہی کرتا ہے۔ یہ کہہ کے اپنا گھوڑا سمندر کے ان خشک راستوں پر ڈال دیا، جو

بنی اسرائیل کے لیے قائم کیے گئے تھے۔ فرعون کو دیکھ کر اس کے لشکر نے بھی اپنے اپنے قدم بڑھائے۔

بنی اسرائیل نے جو دیکھا کہ فرعون نے اپنا گھوڑا سمندر میں ڈال دیا ہے اور اب کوئی دم میں آیا ہی چاہتا ہے تو وہ پھر گھبرائے اور کہنے لگے دیکھو موسیٰ وہ ظالم اور خون کے پیاسے دشمن سر پر آگئے۔ بتاؤ اب کہاں جائیں یہ کسی کے روکے رک سکتے ہیں؟ بس سمندر پار کیا اور ہم کو پکڑا، پھر جوان کا جی چاہے گا کریں گے، چاہے مصر پکڑ لے جائیں، یا یہیں غربت میں مار کے اپنے دل کی لگی آگ بجھائیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چاہا کہ ان راستوں پر لکڑی ماردیں، تاکہ یہ راستے مٹ جائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ تم سمندر سے کچھ نہ بولو اس کو یوں ہی رہنے دو اور پھر دیکھے جاؤ کہ ہم کیا کرتے ہیں۔

جب فرعون اور اس کا پورا لشکر بیچ سمندر میں پہونچا تو سمندر کا پانی راستے کے دونوں سروں سے ملنے لگا اور بنے راستے بگڑنے لگے، خشک راستے پانی ہونے لگے اور وہ سب ڈوبنے لگے۔

اے خدائی دعویٰ کرنے والے فرعون! اب تو اپنی قدرت

دکھا، اگر سمندر تیرے اختیار میں ہے پھر یہ سڑک کیوں مٹ رہی ہے، یہ خشک راستے کیوں پانی ہو رہے ہیں، تو کیوں سمندر کو حکم نہیں دیتا کہ وہ اپنی جگہ پر قائم رہے، تیری وہ قدرت کیا ہوئی، تو تو ان کا معبود تھا، پھر اب وہ شان معبودیت کہاں گئی۔ کیا معبود کی یہی شان ہے کہ وہ ڈوب جائے، افسوس صد افسوس جو خود ڈوبنے والا ہو وہ کسی کو کیا پار لگائے گا۔

اے فرعون! تیری خدائی کا زور کیا ہوا، تیرے وہ دعوے کہاں گئے، تیری وہ لن ترانیاں کیا ہوئیں، اب تجھے اپنی ہی جان بچانا مشکل ہے اپنی قوم کو کیا بچائے گا، پانی کی تہہ میں پہونچ کر فرعون کا نشہ ہرن ہوا۔ اب اس کی آنکھیں کھلیں۔

اب وہ خواب غفلت سے بیدار ہوا اور ہوش آیا، ہوش آیا تو اللہ یاد آیا، کہنے لگا میں موسیٰ اور بنی اسرائیل کے معبود پر ایمان لاتا ہوں اور میں سچی توبہ کرتا ہوں۔

لیکن افسوس! ''اب پچھتائے کا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت'' اب تیری توبہ کس کام کی، زندگی بھر تو برے کام کرتا رہا، ایک وقت اللہ کا دھیان نہ آیا، ایک لمحہ آخرت کی فکر نہ ہوئی، ایک سکنڈ کے لیے موت یاد نہ آئی اور جب وقت آپہونچا، موت کی

گھڑی سر پر سوار ہوئی تو اللہ یاد آیا اور ایمان کی سوجھی۔

اے نادان فرعون! زندگی بھر تو اللہ کی بخشی ہوئی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا رہا، عیش و آرام سے زندگی بسر کرتا رہا اور اسی سے بھاگا، اسی سے اکڑا، اس کے کمزور اور محتاج بندوں پر ظلم و زیادتی کی، کسی کا گلا دبایا، کسی کا خون کیا زندگی بھر نہ سرکشی سے باز آیا، نہ ظلم و زیادتی سے ہاتھ اٹھایا، نہ کمزوروں پر ترس کھایا نہ ضعیفوں پر رحم آیا، ہمیشہ نافرمانی کی، سدا ناشکری کی، ملک بھر میں فساد پھیلایا، کیا کچھ تو نے نہیں کیا، اور اب جب کہ زندگی اور زندگی کے کارناموں سے مایوس ہو گیا تو مسلمان ہونے کی سوجھی، اب آخرت میں مسلمان ہو لینا۔

قصہ مختصر فرعون اور اس کا لشکر پانی میں ڈوب گیا۔ مصر کا متکبر، ظالم اور سرکش بادشاہ اپنے رہنے کے ملک اور اپنے تخت سے دور، زندگی کے آخری دن سمندر کی نذر کر رہا ہے۔

مصر کا سرکش بادشاہ، خدائی کا دعویٰ کرنے والا بادشاہ، اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی کہنے والا بادشاہ اپنے شہر، اپنے محل اور اپنی سلطنت سے دور موت کے گھاٹ اتر رہا ہے۔

کوئی دوست نہیں جو اس کی غمخواری کرے، کوئی غمخوار نہیں

جواس کا غم غلط کرے، کوئی ہمدرد نہیں جواس کا ہاتھ پکڑ کے سمندر پار کردے، کوئی طبیب نہیں جواس کی دوا کرے۔کوئی آنکھ نہیں جواس پر دو آنسو گرادے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کی موت کا بھیانک نقشہ اپنے کلام پاک میں پیش کیا ہے، ارشاد ہے:

كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۝ وَزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝ وَنِعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا آخَرِيْنَ ۝ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ۝

(ترجمہ) ''وہ لوگ کتنے ہی باغ اور چشمے (یعنی نہریں) کھیتیاں اور عمدہ مکانات اور آرام کے سامان جس میں وہ خوش رہا کرتے تھے، چھوڑ گئے (یہ قصہ) اسی طرح ہوا، اور ہم نے ایک دوسری قوم کو ان کا مالک بنادیا، نہ تو ان پر آسمان وزمین کو رونا آیا اور نہ ان کو مہلت دی گئی''۔

مرگیا وہ ظالم بادشاہ جس نے ہزاروں پر ظلم وزیادتی کی، پاک ہوگیا اس سے زمانہ جس نے بنی اسرائیل کے لاکھوں بچے

بھیڑ اور بکریوں کی طرح ذبح کر ڈالے، جس نے مظلوموں کی فریاد نہ سنی، دلوں کو زخمی کیا، اور زخم پر مرہم کے بجائے نمک چھڑکا، آج وہ آدم خور انسان سمندر کی نذر ہوا، آج وہ خونخوار انسان خود بھی ڈوبا اور اپنے ساتھ اللہ کے سیکڑوں بندوں کو بھی لے ڈوبا۔

بنی اسرائیل کو اب تک فرعون اور اس کے لشکر سے خطرہ ہے، ابھی تک انھیں نہیں معلوم کہ ان کا دشمن فرعون، ان کے خون کا پیاسا فرعون سمندر کی نذر ہو گیا اور اس کا سارا لشکر بھی زیر آب ہو گیا، جب سمندر نے بھی فرعون کو قبول نہ کیا، اور اس کی لاش اگل دی تو بنی اسرائیل کو اس کی موت کا یقین آیا۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ ہم فرعون کی لاش کو بچائے رکھیں گے تاکہ آنے والوں کے لیے عبرت ہو، سو وہی ہوا، فرعون کی لاش آج عجائب خانہ میں موجود ہے، دیکھنے والو! دل کی آنکھوں سے دیکھو اور اس عبرت خیز انسان سے عبرت حاصل کرو اور سمجھ لو کہ برے کام کا انجام برا ہے۔

فرعون پر افسوس، اس کے لشکر پر افسوس کہ ایک شخص بھی نہ بچا، سب کے سب نذر اجل ہو گئے، ساری شیخی زمین کی تہہ میں سما گئی، ساری عزت و آبرو خاک میں مل گئی، سارے حوصلے فنا ہو گئے۔

اے بد بخت فرعون! تیری زندگی پر افسوس اور تیری عبرت ناک موت پر افسوس کہ اتنا بڑا شہر جس پر تو مدتوں حکمرانی کرتا رہا اور اتنی بڑی سلطنت جو تیرے ہی قبضہ میں تھی، اس کا ایک کونا تیری قبر کے لیے میسر نہ ہوا، افسوس صد افسوس کہ سمندر نے بھی تجھے قبول نہ کیا۔

کیسے کیسے عالی شان محل چھوڑے، کیسی کیسی سر بہ فلک عمارتیں چھوڑیں، کتنے خوبصورت خوبصورت باغ جن کے پھلوں سے ڈالیاں ٹوٹتی تھیں اور پاؤں کے نیچے بہنے والی نہریں اور کتنی سرسبز و شاداب کھیتیاں چھوڑیں اور ملا کیا، کچھ نہیں۔

نہ وہ محل کام آئے نہ دو محلے
نہ باغات کام آئے نہ چشمے
نہ مال کام آیا نہ اولاد
نہ پولیس کام آئی نہ لشکر

کام آنے والی چیز، باقی رہنے والی چیز، ساتھ دینے والی چیز تو نیکیاں ہیں جو تو نے کی ہی نہیں۔

وَالْبَاقِيَاتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ
ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا

ترجمہ: اور جو اعمال صالحہ باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی (ہزار درجہ) بہتر ہیں۔

پھر جب تو نے کوئی نیکی ہی نہیں کی تو کون سی چیز تیرے کام آسکتی ہے، دنیاوی چیزوں اور دنیاوی کاموں کا رشتہ تو ساتھ ہے، جہاں روح نے پرواز کی سب چیزوں نے کنارہ کیا، ماں باپ، بہن، بھائی، میاں بیوی، دوست احباب، مال و دولت سب زندگی کے ساتھی ہیں، موت کے بعد کی زندگی کا سابقہ اللہ ہی کے ساتھ ہے۔ افسوس نہ آسمان نے تجھ پر دو آنسو گرائے نہ زمین کو تجھ پر ترس آیا کہ دو گز بھر کو نہ ہی تجھ کو دے دیتی، تو مٹ کے رہ گیا اور کوئی تجھ پر ترس کھانے والا نظر نہ آیا۔

سمندر پار

بنی اسرائیل امن و سلامتی کے ساتھ خشکی پر اتر پڑے۔

یہاں پہونچ کر بنی اسرائیل کو راحت ملی، آرام کی سانس لی اور آزادی کے ساتھ چلے پھرے، نہ اب ان کو فرعون کا ڈر تھا نہ ہامان سے خطرہ، نہ اس کے لشکر کا خوف نہ پولیس سے ڈر، اطمینان

کے ساتھ چلتے پھرتے تھے، آرام کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے، اب ان کو سوائے اللہ کے کسی کا ڈر ہی نہ تھا۔

لیکن جہاں اترے تھے وہ ایک چٹیل میدان تھا، نہ رہنے کے لیے مکان، نہ سایہ لینے کے لیے درخت، رہیں تو کہاں رہیں اور بیٹھیں تو کہاں بیٹھیں۔

مگر وہ شہنشاہ دو جہاں کے مہمان تھے، جب دنیاوی بادشاہ اپنے مہمانوں کی عزت کرتے ہیں، ان کو سردی گرمی سے بچاتے ہیں، عمدہ سے عمدہ جگہ رہنے کے لیے دیتے ہیں، بہتر سے بہتر کھانا کھلاتے ہیں، تو پھر بادشاہ دو عالم کی مہمانی کا کیا پوچھنا، ہر آرام اس آرام پر قربان، ہر عزت اس عزت پر صدقے۔

اللہ تعالیٰ نے ابر کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل پر اپنا سایہ کر لے۔

ابر نے حکم پاتے ہی اپنا سایہ ان پر ڈال دیا، اب جہاں وہ جاتے ہیں ابر بھی جاتا ہے اور جہاں ٹھہرتے ہیں ابر بھی ٹھہر جاتا ہے۔

اب بنی اسرائیل کو پیاس لگی اور پانی کی فکر ہوئی، مگر پانی کا کوسوں پتہ نہ تھا، نہ نہر، نہ کنواں، نہ تالاب، نہ چشمے، پانی کہاں سے پئیں اور پیاس کیسے بجھائیں۔

جب پیاس کی شدت سے بیتاب ہوئے تو دوڑے ہوئے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے، جس طرح بھوک و پیاس کے وقت بچے ماں کے پاس جاتے ہیں اور بھوک کی پیاس کی شکایت کرتے ہیں اسی طرح بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پیاس کی شکایت کی اور پانی مانگا۔ بھلا ماؤں کو اپنی اولاد سے اتنی محبت کہاں ہوسکتی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم سے تھی اور ہر نبی کا یہی حال تھا کہ اپنی قوم کی فلاح و بہبودی میں اپنی جان کی پروانہیں کرتے تھے۔

ہمارے نبی، ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کے ہاتھوں سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کیں چوٹیں کھائیں، خون آلودہ ہوئے مگر ان ہی کا غم کھاتے رہے ان ہی کے انجام کی فکر میں گھلتے رہے، اور ان کی گالیوں کا جواب دعا سے دیتے رہے، کون کہہ سکتا ہے کہ ماں باپ کو ان سے زیادہ محبت ہے۔ ہرگز نہیں، ماں کی محبت کا تو یہ حال ہے کہ اگر اولاد فرمانبردار ہے، تو وہ خوش ہے اور اگر نالائق ہے نافرمان ہے تو وہ صورت سے بیزار، غرض اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔

قصہ مختصر حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کی پیاس دیکھ کر بے قرار ہوگئے اور فوراً دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور اپنے پیاسے مہمانوں کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی لکڑی پہاڑ پر مارو اس سے چشمے پھوٹ پڑیں گے۔

جیسے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لکڑی پہاڑ پر ماری، بارہ چشمے جاری ہو گئے اور ہر گروہ نے اپنا اپنا گھاٹ پہچان لیا اور پانی پی پی کر سیراب ہوئے۔

جب بھوک لگی تو پھر دوڑے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور کہنے لگے: "اے موسیٰ! تم نے ہمارے ساتھ بہت برا سلوک کیا کہ ہم کو مصر ایسے شہر سے نکال لائے جہاں نہ غلہ کی کمی تھی نہ میووں کی، کتنا اچھا وہاں کا کھانا تھا، کتنے اچھے وہاں کے پھل تھے، اب بتاؤ اس چٹیل میدان میں کھانا کہاں پائیں اور کیا کھائیں؟"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر اپنے پروردگار سے ان کے لیے کھانا مانگا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے من وسلوی اتارا۔ یہ من وسلویٰ بہترین غذا تھی۔ آسمان سے درختوں کے پتے آتے تھے جن کا مزہ حلوے کی طرح تھا اور ایک قسم کے پرندے جھنڈ کے جھنڈ اُترتے

تھے جن کو آسانی کے ساتھ پکڑ لیتے تھے اور پھر ان کو کھاتے تھے۔

کفرانِ نعمت

بنی اسرائیل کی طویل غلامی کی زندگی نے ان کے مزاج وعادات کو خراب کر دیا تھا، ایک حالت پر ان کو قرار ہی نہ تھا، آج کچھ کل کچھ، بالکل بچوں کی طرح ہو گئے تھے۔

انتہائی ناشکرے، بہت زیادہ شکایت کرنے والے، ایک چیز سے جلد اکتا جانے والے، ہر اس چیز کو پسند کرتے تھے جس سے منع کیا جاتا تھا اور ہر اس چیز سے نفرت کرتے تھے جو ان کو بے طلب ملتی تھی، جس بات سے روکا جائے وہ ضرور کرتے اور جس بات کا حکم دیا جائے اس کو کبھی نہ کرتے، آج یہاں ہیں تو کل دوسری جگہ کی فکر ہے آج ایک کھانا کھایا تو کل دوسرے کھانے پر طبیعت للچائی۔

چنانچہ من وسلویٰ کھاتے کھاتے اکتا گئے اور کہنے لگے "اے موسیٰ! اب تو ہم اس کھانے سے گھبرا گئے ہم سے یہ میٹھا پھیکا کھانا نہیں کھایا جاتا، تم اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ وہ اس زمین سے ککڑی، ساگ، پیاز، گیہوں اور مسور پیدا کرے"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اس عجیب وغریب سوال سے حیران رہ گئے اور کہنے لگے افسوس تمہاری عقل پر، ارے تم اتنے بیوقوف ہو کہ اتنی اچھی اور بے مشقت چیز کو چھوڑ کر ساگ، ککڑی، پیاز، لہسن پر اتر آئے، یہ تو کسانوں کا کھانا ہے، جو تم نے پسند کیا ہے واہ یہ تمہارا ذوق ہے اور یہ تمہاری پسند ہے کہ بادشاہوں کی غذا چھوڑ کر کسانوں کے کھانوں پر طبیعت للچائی۔

مگر بنی اسرائیل اپنے سوال سے نہ پھرے بلکہ برابر سبزی، ساگ کی فرمائش کرتے رہے، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تنگ آ گئے تو کہنے لگے:

''مصر جاؤ، وہاں ہر گاؤں اور ہر بستی میں تمہاری پسند کی چیز ملے گی''۔

بنی اسرائیل کی ضد

بنی اسرائیل ایسے ضدی واقع ہوئے تھے کہ جس بات کا ان کو حکم دیا جاتا تھا اس کے خلاف ہی کرتے تھے اگر ان سے کہا جاتا کہ کھڑے ہو جاؤ تو وہ لیٹنا پسند کرتے تھے اور جو کہا جاتا کہ بیٹھ جاؤ تو کھڑے ہو جاتے تھے، اگر خاموشی کا حکم ملتا تو بولنے لگتے تھے، جو

بولنے کی اجازت ملتی تو خاموش ہو جاتے۔

حکم الٰہی کا مذاق اڑاتے اور شریعت کا ہر کام جو ان کے خلاف ہوتا اس کو بدل ڈالتے۔ جب ان کو حکم دیا گیا کہ فلاں بستی میں جاؤ وہاں تم کو تمہارے جی کی چاہت کی چیزیں ملیں گی، لیکن شرط یہ ہے کہ جب دروازے میں داخل ہونا تو سجدہ کرتے اور حِطَّةٌ کہتے ہوئے داخل ہونا اگر ایسا کروگے تو اللہ تمہاری تمام خطاؤں کو معاف کردے گا اور تم کو بہترین بدلہ عطا فرمائے گا۔

مگر شرارت اور ضد تو ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، وہ بھلا اپنی طبیعت کے خلاف کب کرسکتے تھے۔

اب ان کا مضحکہ خیز قصہ سنو، کہ جب دروازہ سے داخل ہوئے تو تیوری چڑھائے ہوئے، منہ بنائے ہوئے اور پھر مزا یہ کہ جو کچھ حکم دیا گیا اس کے بالکل خلاف کیا اور سجدہ کے بجائے گھٹنوں کے بل چلے اور حطة کے بجائے حنطة کہتے ہوئے داخل ہوئے۔

اس نافرمانی کی کوئی حد ہے، اس ضد کی کوئی انتہا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کو غصہ نہ آئے، پھر وہ ناراض نہ ہو، پھر وہ عتاب نہ کرے ان پر ایسے ایسے انعامات کیے، فرعون اس کی قوم اور اس کی پولیس سے ان کو نجات دی، پھر امن وسلامتی کے ساتھ

سمندر سے پار کیا، ان کے دشمنوں کو ذلیل اور ہلاک کیا، پھر ان پر ابر کا سایہ کیا، ان کے لیے من اور سلویٰ اتارا، پھر وہ پیاز، لہسن، گیہوں اور مسور کے خواستگار ہوئے تو وہ بھی اپنی مہربانی سے عطا فرمایا، پھر بھی وہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے، ہمیشہ نئی شکایت ہر روز نیا سوال، پھر اللہ تعالیٰ کو کیوں نہ غصہ آتا، اللہ تعالیٰ نے ناراض ہوکر ان پر طاعونی بلا نازل کی جس سے دم کے دم میں ہزاروں فنا ہوگئے۔

قاتل کی تلاش

ایک مرتبہ ایک شخص کو کسی نے قتل کر دیا اور بہت کوششوں کے باوجود بھی قاتل کا پتہ نہ چلا، روز یہی باتیں ہوتیں اور آئے دن یہی چرچے ہوتے کہ کس نے قتل کر دیا اور قاتل کون ہے، جب کسی طرح پتہ نہ چلا تو لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا کہ ہم لوگوں نے بہت سر مارا مگر قاتل کا سراغ نہ ملا اب تم اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ وہ ہم پر اس راز کو ظاہر فرمادے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اپنی قوم سے کہو کہ ایک گائے ذبح کریں۔

اب بنی اسرائیل پر مصیبت آپڑی، کیونکہ وہ ہر حکم کو مصیبت سمجھتے تھے تو پھر وہ کام مصیبت ہی ہو جاتا تھا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تم کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے۔

بنی اسرائیل نے کہا ''تم ہم سے مذاق کرتے ہو''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ''اللہ کی پناہ! میں نادانی اور جہالت کی بات نہیں کرتا، یہ اللہ ہی کا حکم ہے اور تم کو کرنا چاہئے''۔

بنی اسرائیل نے کہا ''اچھا یہ بات ہے تو پھر اپنے پروردگار سے پوچھو کہ وہ گائے کیسی ہو؟

سوالوں کی بوچھار

اب سوالوں کی بوچھار شروع ہونے لگی، انسان کا قاعدہ ہے کہ جب کسی کام کے کرنے کو جی نہیں چاہتا تو اس میں ہزاروں باتیں نکالتا ہے، بنی اسرائیل کی عادت تھی کہ سیکڑوں سوال کیے بغیر وہ کوئی کام ہی نہیں کرتے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ بوڑھی ہو، نہ جوان، درمیانی حالت میں ہو۔

پھر انھیں چین نہ آیا کہنے لگے، اب یہ پوچھو کہ اس کا رنگ کیسا ہو؟۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اس کا رنگ زرد ہو، اور اتنا خوش نما ہو کہ دیکھنے والوں کو پسند آجائے۔

لیکن اب بھی انہوں نے اکتفا نہ کی اور کہا کہ اے موسیٰ: اپنے رب سے دریافت کرو کہ وہ کس قسم کی گائے ہو۔ ابھی تو ہم شبہ میں ہیں۔ جب ٹھیک پتہ چل جائے گا تو انشاء اللہ ذبح کریں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ زمین جوتتی ہو اور نہ کھیتی کو پانی دیتی ہو اور اس میں کوئی داغ دھبہ بھی نہیں ہو بالکل صحیح سالم ہو۔

بنی اسرائیل بولے: ''اب تم ٹھیک پتہ لائے اب ہم ذبح کریں گے۔''

بنی اسرائیل نے اس کام کو جتنا مشکل سمجھا اتنا ہی مشکل ہو گیا اگر وہ پہلے ہی حکم کی تعمیل کر لیتے اور جیسی گائے پاتے ذبح کر لیتے تو کوئی دقت پیش نہ آتی، مگر انہوں نے اس کثرت سے سوال کیے کہ

اس میں رخنے ہی پڑتے چلے گئے اور وہ بڑی مشکل میں پڑ گئے اس لیے کہ تمام صفتیں ایک میں جمع ہونا مشکل ہیں۔ مثلاً ادھیڑ ہے تو زرد رنگ نہیں ہے، زرد رنگ ہے تو خوشنما نہیں ہے، اگر زرد رنگ بھی ہے اور خوشنما بھی ہے تو وہ زمین جوتتی ہے، اگر زمین نہیں جوتتی تو کھیتی کو پانی دیتی ہے، اور جس میں یہ سب باتیں موجود ہیں تو وہ درمیانی نہیں ہے یا تو بوڑھی ہے یا جوان، بغرض تلاش کرتے کرتے تھک گئے، اللہ اللہ کر کے بہت کوشش اور بہت دوڑ دھوپ کے بعد وہ گائے ملی تو اس کو ذبح کیا۔

اصل میں وہ ذبح کرنے والے ہی نہ تھے، اسی لیے وہ بار بار سوال کرتے تھے کہ کسی طرح ٹل جائے آخر کار ان کو کرنا ہی پڑا۔

جب گائے ذبح ہو گئی تو فرمان خداوندی ہوا کہ اس کا ایک ٹکڑا مقتول پر ڈال دو تو وہ مقتول زندہ ہو کر اپنے قاتل کا پتہ دے گا۔

چنانچہ انھوں نے اس گائے کا ایک ٹکڑا مقتول پر ڈال دیا، ٹکڑے کے پڑتے ہی مقتول زندہ ہو گیا اور اپنے قاتل کا نام ونشان بتا دیا۔

شریعت الٰہی

بنی اسرائیل مصر میں مدتوں غلامی کی حالت میں رہے اس غلامی کی زندگی نے ان کی زندگی جانوروں سے بدتر کردی، برے بھلے کی تمیز اور ذلت وعزت کا امتیاز ہی ختم ہوگیا تھا۔

اب مصر سے نکلے تو ان کو آزادی کی زندگی نصیب ہوئی اور شریفانہ زندگی بسر کرنے لگے۔

اب ان کے لیے اس کی بڑی ضرورت تھی کہ احکام الٰہی ان پر نازل ہوں اور وہ اسی کے سہارے سیدھے راستہ پر چلیں اور آپس میں اتحاد ومحبت اور انصاف کے ساتھ زندگی گزاریں اور اللہ کے حق اور حقوق العباد کو ادا کریں، سو یہ سب باتیں بغیر شریعت الٰہی کے اور بغیر ایمان کے نور کے ٹھیک ادا نہیں ہوسکتیں۔

جن کے ساتھ مشعل ہدایت اور ایمان کا نور رہے، اور جن پر یہ روشنی پڑے گی جو پروردگار کی طرف سے اور انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے اس کی تو آنکھیں کھل گئیں اور وہ خواب غفلت سے بیدار ہوگیا، اس کے دل ودماغ روشن ہوگئے، اب دین کے باریک باریک نکتے بھی ان کی نگاہ بصیرت نے دیکھ لیے اور

مشکل سے مشکل گتھی بھی ان کے دل و دماغ نے سلجھالی۔

جن کے پاس ایمان کا نور نہیں، جن کے پاس مشعل ہدایت نہیں، جو نبی کی صحبت سے فیض یاب نہیں ہوئے وہ بے نکیل اونٹ اور بے لگام گھوڑے کی طرح ہیں کہ جس طرف منھ اٹھا چل دیئے، وہ خود تاریکی میں بھٹکتے ہیں، گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ حقوق کو پامال کرتے ہیں، حدود سے متجاوز ہوتے ہیں اور خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں، نفس امارہ کے غلام بنتے ہیں اور خواہش نفس کی اتباع کرتے ہیں، خواہ اس میں صدہا خرابیاں ہوں اور ہزاروں نقصانات ہوں۔

حکومت وسیاست ہوئی تو اور بھی ستم ڈھائے، ظلم وزیادتی پر کمر باندھی یتیموں، بیواؤں کے مال پر اپنا تصرف جمالیا۔ لوگوں کے خون بہائے، امانتوں میں خیانتیں کیں، جبراً لوگوں کو غلام بنایا، ان پر بے جا سختیاں کیں اور بے جا خدمتیں لیں، نہ اللہ کا ڈر نہ رسول کی پیروی۔

دنیا میں آئے دن یہی قصے رہتے ہیں، کتنی لڑائیاں پہلے ہو چکی ہیں اور کتنی اب ہو رہی ہیں اور برابر فتنہ وفساد برپا رہتے ہیں، یہ سب ایمان کی کمی کی وجہ سے ہے، جب ایمان کی روشنی دلوں سے

نکل چکی، ظلمت وجہالت کی تاریکی چھاگئی، تو پھر سوجھ بوجھ کہاں بھلا تاریکی میں کچھ نظر آسکتا ہے، روشنی میں ایک ذرہ بھی ہوتا ہے تو چمک اٹھتا ہے، اور تاریکی میں پہاڑ بھی نظر نہیں آتا، جب ایمان کی روشنی نہیں تو پھر دین کی باریکیاں کیسے نظر آسکتی ہیں، اس لیے نبیوں کی اتباع بہت ضروری اور اہم چیز ہے۔

نبیوں کی تعلیم حیوان کو انسان، پتھر کو ہیرا اور سونے کو کندن بنادیتی ہے، ان کی تعلیم یہ ہے کہ اللہ کے حقوق اس طرح ادا کیے جائیں، اس کی عبادت اس طرح کی جائے، بندوں کے حقوق یوں ادا کیے جائیں، زندگی اس طرح گزارنا چاہیے، زندگی کے یہ آداب ہیں، کھانے پینے کے یہ آداب ہیں، مجلسوں کے یہ آداب ہیں۔

نبی اپنی قوم پر ایسے شفیق اور مہربان تھے اور اتنی شفقت اور محبت کے ساتھ تعلیم دیتے تھے جیسے شفیق باپ اپنے عزیز بیٹے کی تعلیم وتربیت کرتا ہے۔

بچوں کو جس طرح والدین کی تعلیم وتربیت کی ضرورت ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ لوگوں کو نبی کی تعلیم کی ضرورت ہے۔

جو لوگ نبی کی تعلیم وتربیت سے بے بہرہ ہیں، نہ ان سے تعلیم حاصل کی، نہ ان سے زندگی کے آداب سیکھے وہ بالکل ایسے درختوں

کی طرح ہیں جو خودرو ہیں، خود بخود پیدا ہو گئے اور بڑھ گئے، اب ظاہر ہے کہ ان میں کیسی خرابیاں ہوں گی، کوئی ٹیڑھے تو کوئی سیدھے، کوئی گھنے ہوں گے تو کوئی، چھترے، کسی میں پھول ہوں گے تو کسی میں کانٹے۔

توراۃ

اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ بنی اسرائیل پر ایک کتاب نازل کروں جو ان کے لیے مشعل ہدایت ہو، جیسے اگلی امتیں بغیر کتاب کے گمراہ اور برباد ہوئیں، یہ نہ ہوں، چنانچہ اس نے ارادہ فرماتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ تم تیس روزے رکھ کر طور سینا کی طرف آؤ تو میں تم سے کچھ باتیں بھی کروں گا اور کتاب بھی دوں گا، تاکہ ان کی ہدایت کا ذریعہ ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر آدمی بطور گواہ کے اپنے ساتھ لیے، اس لیے کہ بنی اسرائیل بڑی جھگڑالو قوم تھی، بات بات پر اعتراض، بات بات پر جھگڑا ان کا شیوہ تھا۔

چلتے وقت اپنے بھائی حضرت ہارونؑ سے فرمایا کہ بنی اسرائیل کو دلیل اور ہدایت کی بہت ضرورت ہے، اب میں ان کے

لیے کتاب لینے جاتا ہوں، تم میرے بعدان کا بہت خیال رکھنا، ان کی اصلاح وہدایت کی فکر کرتے رہنا، دیکھو میرے بعد یہ کسی خرابی میں مبتلا نہ ہونے پائیں۔

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام ستر آدمیوں کو لے کر اپنے پروردگار کی ملاقات کو طور سینا کی طرف روانہ ہوئے اور شوق ملاقات میں جلد جلد قدم بڑھا کے ساتھیوں سے پہلے پہونچ گئے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، موسیٰ تم نے اس قدر جلدی کیوں کی، اپنے ساتھیوں سے پہلے کیوں چلے آئے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، پروردگار وہ میرے پیچھے آرہے ہیں، میں نے اس لیے جلدی کی کہ تیری ملاقات اور تیری رضا کا شرف جلد حاصل کروں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، پلٹو اور چالیس روزے پورے کرکے آؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فوراً پلٹ گئے اور چالیس روزے پورے کرکے پھر طور سینا پہونچے۔

دونوں جہاں کے پروردگار نے ان کو اپنے قریب بلایا اور باتیں کیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنے پروردگار کی یہ

عنایت اور مہربانی دیکھی تو شوق پیدا ہوا کہ اپنے پروردگار کو ایک نظر دیکھ بھی لیں۔

عرض کیا: اے خداوند عالی جاہ! میری تمنا ہے کہ میں ایک نظر رُخ زیبا کی زیارت کرلوں۔

اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ موسیٰ میرے جلوہ کی تاب نہیں لا سکتے، میرے رُخِ روشن کی زیارت نہیں کر سکتے۔

بھلا اللہ تعالیٰ کو کون آنکھ دیکھ سکتی ہے کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکتی، اور وہ سب کو دیکھتا ہے، اس کے جلوہ کی تاب تو پہاڑ بھی نہیں لاسکتا، جلوہ تو بڑی چیز ہے، اس کے کلام کا بوجھ بھی برداشت نہیں کرسکتا۔

اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعاً مُّتَصَدِّعاً مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ط

(ترجمہ) اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو (اے مخاطب) تو اس کو دیکھتا کہ اللہ کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، موسیٰ تم میرے جلوہ کی تاب نہیں

لا سکتے، دیکھو اس پہاڑ پر میں اپنی تجلی ڈالتا ہوں، اگر یہ پہاڑ میرے جلوہ کی تاب لا سکا تو تم بھی دیکھ سکو گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر اپنی تجلی ڈالی، تجلی کے پڑتے ہی پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

جب ہوش آیا تو عرض کیا، پروردگار، تو پاک اور بے نیاز ہے میں اپنی اس جرأت کی معافی مانگتا ہوں، مجھے معاف فرما"۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: موسیٰ! میں نے تم کو اپنے کلام اور اپنی رسالت کے لیے منتخب کرلیا ہے، بس جو کچھ میں تم کو دوں اس کو لو اور شکر گزار بنو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توریت لی جو نصیحت و حکمت کی مکمل ترین کتاب تھی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ اس کو مضبوطی سے پکڑو اور اپنی قوم کو دو تاکہ وہ اس پر عمل کر کے اپنی زندگی اور موت سنواریں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توریت لے جا کر ان ستر آدمیوں کو دکھائی جن کو اپنے ساتھ لائے تھے، اور فرمایا، میں تمہارے لیے بڑی چیز لایا ہوں، یہ اللہ کی کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ

نے تم کو اپنی خاص مہربانی سے عطا فرمائی ہے۔

وہ ستر آدمی بہت دلیری اور جسارت کے ساتھ بولے کہ یہ کوئی سند نہیں ہے، ہم تم پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کو صاف طور سے نہ دیکھ لیں۔

اللہ تعالیٰ کو ان کی اس جسارت اور بے باکانہ کلام پر بہت غصہ آیا اور ان پر ناراض ہو کر بجلی گرادی اور وہ سب جل کر راکھ ہو گئے۔

کوئی ان سے پوچھتا کہ تم اللہ کی بنائی ہوئی بجلی کی تاب تو لا نہ سکے جل کر رہ گئے تو بھلا اس کے جلوہ کی تاب کیسے لاتے اور اس کے نور کو کیسے برداشت کرتے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت گھبرائے کہ اگر میں اکیلا جاؤں گا تو قوم مجھے جیتا نہ چھوڑے گی، عرض کیا پروردگار اپنی خاص مہربانی سے میری خاطر ان کو زندہ کر دے، ورنہ قوم میری دشمن ہو جائے گی اور مجھے جینے نہ دے گی۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کو زندہ کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ارشاد فرمایا:

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○

(ترجمہ) پھر ہم نے تمہاری موت کے بعد تم کو پھر زندہ

کردیا اس لیے کہ شاید تم شکر کرو۔

بچھڑے کی پرستش

قبطی فرعون کی پرستش کرتے تھے، اس کے علاوہ اور بھی بہت سی چیزوں کے پجاری تھے۔

بنی اسرائیل مصر میں زمانہ تک قبطیوں کے ساتھ رہے، ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے، اور صبح سے شام تک ان کی تمام حرکتوں کا مشاہدہ کرتے اور ان کی پوجا پاٹ اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے تھے، طبیعت تو جاذب ہے، ہر رنگ اس پر چڑھ جاتا ہے، پھر صحبت کا اثر، رفتہ رفتہ ان کے دل بھی شرک سے مانوس ہونے لگے اور شرک سے نفرت جو ان کے رگ و ریشہ میں سرایت تھی وہ دور ہونے لگی، پھر تو یہ ہوا کہ شرک کی طرف ان کا دل ایسے زور شور سے بڑھا جیسے پانی ڈھلوان کی طرف بڑھتا ہے۔

گناہ دیکھتے دیکھتے گناہ کی اہمیت دل سے نکل جاتی ہے اور کرتے کرتے دل زنگ آلود ہو جاتے ہیں، مذاق بگڑ جاتا ہے، اچھے برے کی تمیز نہیں رہتی، برے بھلے کا امتیاز ختم ہو جاتا ہے، یہی حال بنی اسرائیل کا تھا کہ ہر برائی کی جانب بہت زور و شور سے لپکتے

اور بہت جوش وخروش کے ساتھ اس پر گامزن ہوتے اور بھلائی کی طرف کبھی خیال ہی نہ جاتا، بلکہ اس راستہ سے کترا کے نکل جاتے، خواہ اس میں ہزارہا نقصانات اور بے شمار زحمتیں ہوں۔

جب فرعون سے انھوں نے نجات پائی اور سمندر پار ہو کر میدان میں آئے تو ایک قوم کو دیکھا جو بتوں کے آگے سر جھکائے سجدہ میں پڑی تھی، یہ منظر انہیں بہت ہی بھایا اور جوش میں آکر کہنے لگے، موسیٰ ہماری خواہش ہے کہ ہم کو بھی ایک معبود ایسا ہی مل جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس بے باکانہ سوال اور مشرکانہ رغبت پر بہت غصہ آیا کہنے لگے: تم لوگ کتنے جاہل کتنے احمق اور کتنے ناشکرے ہو، حیرت ہے کہ تمہارے منھ سے یہ جملہ کیسے نکلا، تمہارے دل میں یہ خواہش کیسے پیدا ہوئی، تم نے یہ تمنا کیسے ظاہر کی تم نے اتنا کیوں نہیں سمجھا کہ یہ شرک ہے، یہ اللہ کو انتہائی ناراض کرنے والا اور ناقابل معافی جرم اور ہلاک اور برباد کردینے والا جہنم میں لے جانے والا فعل ہے۔

اللہ اکبر! اللہ کے تم پر ایسے ایسے انعامات اور اکرامات اور تمہاری یہ حالت، اس نے تم کو وہ عطا فرمایا جو دنیا میں کسی کو نہیں عطا فرمایا، پھر اس نے تم کو دونوں جہاں پر فضیلت بخشی، اس پر تمہاری یہ

خواہش، اور یہ ارادہ، افسوس، تم مجھ سے یہ تمنا کرتے ہو، اور امید لگاتے ہو کہ میں تمہارے لیے دوسرا معبود تلاش کروں۔

کیا میں بھی تمہاری طرح جاہل اور نادان بنوں۔

بنی اسرائیل خاموش ہو گئے، لیکن دل سے یہ بات نہ نکلی۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر گئے تو بنی اسرائیل کے لیے میدان صاف تھا، شیطان تو انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے، ہمیشہ اسی تاک میں رہتا ہے کہ کس طرح اللہ کے بندوں کو ورغلائے اور ان کو اللہ کی بندگی سے ہٹا کر بتوں کی بندگی پر آمادہ کرے، بس جہاں موقع ملا وہیں اپنا سکہ بٹھا دیا، یہاں میدان صاف تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام تو جا چکے تھے اور بنی اسرائیل تو اس کی مٹھی میں تھے، فوراً ہی شرک پر آمادہ کیا، وہ تو پہلے سے چاہتے تھے۔ اب ان کی منھ مانگی مراد برآئی فوراً ہی ادھر متوجہ ہو گئے۔

ان کی قوم میں ایک شخص تھا جس کو لوگ سامری کہتے تھے، اس نے ایک بچھڑا بنایا اور لوگوں سے کہا یہ تمہارا اور موسیٰ علیہ السلام کا معبود ہے۔

بنی اسرائیل تو پہلے سے ہی فریفتہ تھے اور اس کا اظہار بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کر چکے تھے، دیکھتے ہی اس پر ایسا

گرے جیسے شہد پر مکھی گرتی ہے۔

مزا یہ کہ خوب سمجھتے تھے کہ نہ یہ بات کر سکتا ہے نہ کسی قسم کا نفع نقصان پہونچا سکتا ہے اور نہ یہ ہدایت دے سکتا ہے نہ یہ رزق کا کفیل ہو سکتا ہے نہ بیماری سے صحت دے سکتا ہے، نہ مارنے جلانے پر قدرت رکھتا ہے۔

اللہ ری جرأت کہ مسلمان ہو کر، مسلمانوں کی گودوں میں پرورش پا کر، اسلامی ماحول میں رہ کر، توحید کے پرستار ہو کر یہ بیجا حرکت کی، جان بوجھ کر کنویں میں گرے۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے ان کو بہت سمجھایا، ہر طرح سے ہر ہر طریقہ سے نصیحت کی، ڈرایا، دھمکایا، لیکن وہ آسانی سے ماننے والی قوم نہ تھی۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا: اے قوم! تم بڑے فتنہ میں پڑ گئے، حیرت ہے کہ تم نے کیا سمجھ کر ایسا کیا، ارے یہ پتھر کی مورتی تمہاری معبود ہے؟ تم ان کو معبود سمجھتے ہو۔

اے قوم! تمہارا رب، تمہارا معبود تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، جس نے تم پر بڑے بڑے احسانات کیے، کتنے افسوس کی بات ہے کہ اپنے حقیقی مالک سے رشتہ توڑ کر بچھڑے سے

رشتہ جوڑا ہے۔

اے قوم! میرا کہنا مان لو، میری اطاعت کرو، ورنہ اس کا انجام بہت برا ہوگا۔

لیکن بنی اسرائیل کے رگ وریشہ میں بچھڑے کی محبت سما گئی تھی اور سامری کا جادو اثر کر گیا تھا، بھلا وہ کیا حضرت ہارون علیہ السلام کی بات مانتے۔

کہنے لگے: ''ہم تمہارے کہنے سے چھوڑ نہیں سکتے، نہ تمہاری بات مان سکتے ہیں، سنو جب تک موسیٰ علیہ السلام نہ آئیں گے ہم اس کام سے ایک انچ نہیں ہٹ سکتے''۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ابھی کوہ طور ہی پر تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خبر دی کہ تم یہاں ہو اور وہاں تمہاری قوم نے ایک گل کھلایا ہے جانتے ہو کیا حرکت کی ہے، سامری کے کہنے میں آکر بچھڑے کے پجاری بنے، سامری خود بھی گمراہ ہوا اور ان کو بھی گمراہ کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی نادانی اور جہالت پر افسوس کرتے ہوئے اور غصہ میں بھرے ہوئے قوم کے پاس آئے اور غصہ میں ایسے بے قابو ہوئے کہ توریت زمین پر ڈال دی اور ان پر بے حد خفا اور ناراض ہوئے، پھر اپنے بھائی ہارون کے پاس

آئے اور غصّہ میں ان کو جھنجھوڑ ڈالا اور کہا، میں نے تم سے کیا کہا تھا، کیا میں نے تم کو تاکید نہیں کی تھی کہ میرے بعد میری قوم کا خیال رکھنا، ان کی اصلاح کرتے رہنا، تم نے میری بات نہ سنی، میرے کہنے پر عمل نہ کیا، ان کو گمراہ ہوتے دیکھا اور منع نہ کیا۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا، میرے بھائی پہلے میری بات سنیں پھر جو چاہیں کہیں، میں نے ان کو بہت سمجھایا، ڈرایا، دھمکایا مگر وہ ماننے والی قوم کہاں، شرارت اور ضد تو ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے، ہاں یہ بات ضرور ہے کہ میں ان سے لڑا نہیں، صرف اس ڈر سے کہ آپ کہیں گے کہ آپس میں نااتفاقی کیوں ڈلوائی، اور پھر یہ بھی بات تھی کہ اگر میں ان سے مقابلہ کرتا تو وہ میرے قتل کے درپے ہو جاتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا بِرَحْمَتِكَ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ○

ترجمہ: ”اے میرے رب مجھ کو اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہم کو اپنی رحمت میں داخل کر، تو بڑا مہربان اور

نہایت رحم والا ہے''۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سامری کی طرف متوجہ ہوئے اور غصّہ میں کہنے لگے، یہ تو نے کیا حرکت کی، تو خود گمراہ ہوا اور اللہ کے سینکڑوں بندوں کو بھی گمراہ کیا۔

سامری نے اپنے جرم کا اقبال کیا اور کہا، بے شک مجھ سے یہ گناہ سرزد ہوا، اصل یہ ہے کہ میرے جی کو بھلی لگ گئی اور کر گزرا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اب تیری سزا یہی ہے کہ تو زندگی بھر لوگوں سے الگ مارا مارا پھرے اور اگر کوئی غلطی سے تیرے پاس آجائے تو اس سے یہ کہتا ہوا بھاگے کہ میرے قریب نہ آؤ اور مجھے نہ چھوؤ، اس طرح تنہا وحشیوں کی مانند جنگل جنگل پھرتا رہے، نہ کہیں ایک جگہ تیرا ٹھکانا ہو اور نہ کوئی تجھ سے محبت کرنے والا ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ جس نے ہزاروں انسانوں کے دلوں کو شرک جیسی ناپاک چیز سے گندا کیا، اور جس نے اللہ اور بندوں کے درمیان تفرقہ ڈالا، جس نے اللہ کی زمین پر شرک کا جال پھیلایا اور سیکڑوں انسانوں کو اس کا شکار بنایا، اس کو ایسی ہی سزا ملنی چاہئے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس سزا سے بدتر کون سی سزا ہو سکتی ہے کہ لوگ اس کے سائے سے بھاگیں، اس سے بچ کر نکلیں اور اس کے

قریب بھولے سے بھی نہ جائیں۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بچھڑے کو جلا کر اس کی راکھ سمندر میں بہادی اور بنی اسرائیل کھڑے دیکھتے رہے کہ کل جس بچھڑے کو انہوں نے اپنا معبود بنایا تھا، اس کے آگے سربسجود ہوئے تھے آج اس کا یہ انجام ہوا کہ جل بھن کر سمندر کی نذر ہوا، یہ اس کی حقیقت تھی۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا، اپنے جھوٹے معبود کی حقیقت دیکھ لی، یہ تھی اس کی حقیقت جس کی وجہ سے تم نے اپنے حقیقی مالک سے منھ موڑا تھا، اس کی کھلی کھلی نافرمانی کی تھی، اے قوم! تم نے اپنی جانوں پر بڑا ظلم کیا کتنے افسوس کی بات ہے کہ تم نے اپنے پیدا کرنیوالے ماں باپ سے زیادہ شفیق و رفیق قادر مطلق کو چھوڑ کر بچھڑے کی بندگی اختیار کی، اس کو اپنا معبود سمجھا، کتنے غضب کی بات کی، اور کتنی جرأت اور بے باکی کا ثبوت دیا، اب تمہاری سزا یہ ہے کہ تم اپنے پروردگار سے توبہ کرو اور اپنے اس جرم کی معافی مانگو اور اپنا خون بہانے پر تیار ہوجاؤ، اگر تمھیں اس کی خواہش ہے کہ ہمارا یہ جرم معاف ہو اور ہمارا پروردگار ہم سے راضی ہو تو اس کی تلافی یہی ہے۔

بنی اسرائیل خون بہانے پر تیار ہو گئے۔

جو اس فعل قبیح سے بچ گئے تھے اور اس فعل کے مرتکب نہیں ہوئے تھے، انہوں نے بچھڑے کے شیدائیوں اور بچھڑے کے پجاریوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا، تب ان کی توبہ قبول ہوگئی۔

بنی اسرائیل کی بزدلی اور بے حمیتی

بنی اسرائیل مصر میں قبطیوں کے غلام بنے رہے۔ غلامی کی حالت میں پیدا ہوئے اور غلامی کی حالت میں آنکھ کھولی غلامی کی ذلت سہتے سہتے دل مردہ ہوگیا تھا، ذلت کا احساس عزت کی تمنا دلوں سے جاتی رہی تھی اور طرز زندگی غربت و مسکنت میں گزارتے گزارتے غیرت دلوں سے کافور ہوگئی تھی ۔

نہ ذلت کا افسوس نہ عزت کا ارماں
نہ دوزخ سے ترساں نہ جنت کے خواہاں

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم کے مطابق ارادہ فرمایا کہ بنی اسرائیل بیت المقدس میں جا کر آباد ہوں، آزادی کے ساتھ زندگی گزاریں اور اپنے باپ دادا کی زمین کے وارث بنیں، لیکن وہ اس قوم کی طبیعتوں سے خوب واقف تھے، جانتے تھے کہ بنی

اسرائیل انتہائی کم ہمت اور بہت بزدل طبیعت کے ہیں، یہ ہرگز
وہاں نہ جائیں گے اس لیے کہ وہاں کنعانی اور حشیش آباد ہیں، جو
بہت زبردست اورلڑائی میں بڑے سخت ہیں۔

بنی اسرائیل بیت المقدس کے نام سے کانوں پر ہاتھ رکھتے
تھے اور برملا کہتے تھے کہ جب تک یہ زبردست قوم وہاں سے نہ
نکلے گی ہم نہیں جاسکتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہر چند کوشش کی کہ یہ جہاد پر
آمادہ ہوں اوران کو جہاد کا شوق پیدا ہو جائے تا کہ یہ کام ان کے
لیے آسان ہو جائے اور یہ جہاد کر کے اس مقدس شہر کے حق دار
ہو جائیں اوراس ذلت سے چھوٹ جائیں جو انبیاء اور بادشاہوں
کے شایان شان نہیں ہے،لیکن غلامی کی زندگی نے ان کے احساس
کو بالکل ختم کر دیا تھا، اب نہ ان کو حکومت کی خواہش تھی، نہ
بادشاہت کی تمنا، نہ ذلت کی غیرت نہ عزت کی پروا، بے گھر بے در
زندگی گزاررہے تھےاوراسی میں مگن تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، اے بنی اسرائیل!
تمہیں کچھ یاد بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر کیسے کیسے انعام کیے اور
کس طرح تم کونوازا،کیسی کیسی نوازشیں کیں، تمام جہانوں پر تم کو

فضیلت بخشی، تم پر ابر کا سایہ کیا، تمہارے لیے من وسلویٰ اتارا، ظالم، سرکش فرعون اور اس کی ستم ایجاد قوم سے تم کو نجات دی، تمہاری خاطر سمندر میں راستے قائم کیے، پھر ان راستوں سے بآسانی تم کو پار کیا، تمہارے دشمنوں کو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہلاک کر کے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کیں، تم کو پیاس لگی تو تمہاری ہی خاطر پہاڑ سے شیریں چشمے پیدا کیے۔

اب تم کو بھی چاہیے کہ اپنے مالک کی عنایت اور مہربانی کا شکر ادا کرو، اس کی بخشی ہوئی نعمتوں کو یاد کرو، اس کے احسانات فراموش نہ کرو، اور وہ کام کرو جس سے وہ خوش اور راضی ہو، اس کا حکم ہے کہ اس مقدس زمین سے اس زبردست قوم کو نکال کر تم اس پر اپنا قبضہ کر واور یاد رکھو کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو کسی کام کا حکم دیتا ہے تو وہ کام اس کے لیے آسان فرما دیتا ہے۔

اے قوم! اللہ تعالیٰ نے تم پر جہاد فرض فرمایا ہے جب تم اس کا حکم رضا و رغبت سے بجالاؤ گے تو وہ تمہاری مدد بھی فرمائے گا، سو تم اللہ کا نام لے کر چل کھڑے ہو اور اس مبارک جگہ کو فتح کر کے اپنی فتح و نصرت کا جھنڈا گاڑ دو، اور اپنی قوت کا سکہ بٹھا دو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو سمجھاتے جاتے تھے،

اور دل میں ڈرے جاتے تھے کہ یہ بزدل قوم اگر میرے کہنے سننے اور ملامت کرنے سے آمادہ بھی ہوگئی تو ثابت قدم رہنے والی نہیں، عین لڑائی کے وقت پیٹھ موڑ کر بھاگ کھڑی ہوگی۔

اور جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سمجھتے تھے وہی ہوا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قدر سمجھانے بجھانے اور غیرت دلانے کا بنی اسرائیل یہ جواب دیتے تھے:

''اے موسیٰ! بیت المقدس میں ایسی زبردست قوم ہے جو ہمارے بس کی نہیں، ہم ان سے مقابلہ کی ہمت نہیں رکھتے جب تک وہ قوم وہاں سے نہ نکلے گی، ہم اس میں قدم نہیں رکھ سکتے''۔

لیکن ان ہی میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اللہ سے ڈرتے تھے، ان میں سے دو آدمیوں نے کہا ''اللہ پر تمہارا ایمان ہے تو پھر یہ بزدلی کیسی، اللہ پر پورا بھروسہ کرکے اور اللہ کا نام لے کر دروازے میں داخل ہو جاؤ، جب تم دروازے میں داخل ہو جاؤ گے تو انشاء اللہ تم ہی کامیاب ہو گے۔

لیکن بنی اسرائیل پر کسی کی نصیحت کا کوئی اثر نہ ہوا، وہ برابر یہی کہتے رہے کہ ہم نہیں جا سکتے اور اس مقدس زمین میں داخل ہونا ایسا ہی ضروری ہے تو تم اپنے کسی معجزے کے زور سے داخل ہو جاؤ،

جب ہم سنیں گے کہ تم وہاں پہونچ گئے ہو تو پھر ہم بھی امن و چین کے ساتھ داخل ہو جائیں گے اور یوں تو ہم نہ جا سکتے ہیں اور نہ زبردست قوم سے لڑنے کی ہم میں طاقت ہے، جاؤ تم اور تمہارا پروردگار دونوں لڑو، ہم تو یہاں بیٹھ کر دیکھ رہے ہیں''۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ جواب سن کر بڑا غصّہ آیا، اور وہ بنی اسرائیل سے بالکل مایوس ہو گئے، اور اللہ تعالیٰ سے یوں ملتجی ہوئے:

''اے میرے پروردگار! مجھے صرف اپنی جان اور اپنے بھائی پر اختیار ہے، یہ قوم میرے اختیار سے باہر ہے، اے رب العالمین تو مجھے اس نافرمان قوم کی برائی سے بری فرما''۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ملک اب ان پر حرام ہو گیا، اب ان کی سزا یہ ہے کہ چالیس سال در بدر مارے مارے پھریں گے اور تم اس قوم کی آوارہ گردی پر افسوس نہ کرنا۔

الغرض بنی اسرائیل چالیس سال چلتے ہی رہے، اور اپنے کیے کی سزا بھگتتے رہے، آخر کار یہ نسل جو مصر میں مدتوں غلامی کی حالت میں زندگی گزارتی رہی وہ میدان تیہ میں حیران و سرگرداں پھرتے پھرتے ختم ہو گئی۔ اور دوسری نسل جو اسی میدان تیہ میں پیدا ہوئی اور وہیں اس نے نشو ونما پائی وہی آگے چل کر بنی اسرائیل کی وارث ہوئی

علم کی تلاش

ہمارے حضور اکرم سیدنا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خطبہ دے رہے تھے، ایک آدمی نے پوچھا، یہ تو بتائیے کہ اس زمانہ میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا "میں"

اللہ تعالیٰ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ بات ناپسند ہوئی، اپنی ناراضی کا اظہار فرمایا، اور فرمایا کہ تم نے یہ کیسے کہہ دیا کہ میں سب سے بڑا عالم ہوں، میرا ایک بندہ ہے جو دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ رہتا ہے وہ تم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے میرے پروردگار میں ان کے مقام کا پتہ کیسے لگا سکتا ہوں؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ایک مچھلی زنبیل میں رکھ کر سفر کرو، جس جگہ وہ مچھلی کھو جائے گی وہی جگہ ان کے قیام کی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوشع ابن نون کو ساتھ لیا، اور مچھلی زنبیل میں رکھ کر آگے بڑھے اور یوشع ابن نون سے

فرمایا، مجھے اس جگہ پہونچنا ضروری ہے، جب تک وہاں نہ پہونچوں گا دم نہ لوں گا، چاہے مدتوں مجھے چلنا پڑے۔

جب اس بتائے ہوئے مقام پر پہونچے تو مچھلی زنبیل سے نکل کر سمندر میں چلی گئی، ان دونوں کو بڑا تعجب ہوا، لیکن یہ خیال نہ آیا کہ یہی جگہ ہے جس کی ہمیں تلاش ہے، اور وہ اسی طرح رو میں آگے بڑھتے چلے گئے اور ایک دن ایک رات برابر چلتے رہے۔

جب صبح ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ، اب ہم بہت تھک گئے ہیں اور تکان بھی بہت محسوس ہو رہا ہے، کھانا لاؤ کھالیں، کچھ چستی پیدا ہو تو پھر تازہ دم ہو کر چلیں۔

حضرت یوشع نے کہا، اس پتھر کے کنارے جہاں ہم اور آپ ٹھہرے تھے مچھلی زنبیل سے نکل کر عجب طرح سے سمندر میں چلی گئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، واہ خوب،! اسی جگہ کی تو ہمیں تلاش تھی اور اسی جگہ کی ہمیں جستجو ہے، پھر دونوں الٹے پیروں اسی جگہ واپس ہوئے، جب پتھر کے قریب پہونچے تو وہاں ان کو حضرت خضر علیہ السلام بیٹھے ہوئے ملے جن کی ان کو تلاش تھی،

اور جن سے علم حاصل کرنے کی انھیں فکر تھی اور جن کی جستجو میں اتنا لمبا چوڑا سفر کیا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو سلام کیا۔

حضرت خضر نے سلام کا جواب دے کر پوچھا، آپ کون ہیں؟ یہاں کیسے آئے اور آپ کا نام کیا ہے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، میرا نام موسیٰ ہے۔

حضرت خضرؑ نے کہا، بنی اسرائیل کے موسیٰ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں

حضرت خضرؑ نے غالباً آنے کی وجہ دریافت کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، میری خواہش ہے کہ میں آپ کے ساتھ رہ کر علم حاصل کروں، جو آپ کو اللہ کی طرف سے عطا ہوا ہے، تمنا ہے کہ آپ اس علم لدنی کی مجھے تعلیم دیں۔

حضرت خضرؑ نے کہا، ہوسکتا ہے کہ لیکن شرط یہ ہے کہ جب میں کوئی ایسا کام کروں، جو آپ کے خلاف ہو تو آپ صبر سے کام لیں اور مجھ سے اس کے بارے میں کچھ دریافت نہ فرمائیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا نہیں میں آپ کے حکم کے خلاف نہ کروں گا، آپ انشاءاللہ مجھے صابر پائیں گے۔

اب وہ دنوں چلے اور کشتی کی فکر میں برابر بڑھتے چلے گئے، ناگاہ ایک کشتی نظر آئی، حضرت خضرؑ نے ملاح سے کہا ہم کو بھی اپنی کشتی میں سوار کرلو۔

ملاح حضرت خضرؑ کو پہچانتا تھا، فوراً منظور کرلیا، اور بغیر اجرت کے دونوں کو کشتی پر سوار کرلیا، اتنے میں ایک چڑیا کشتی میں آکر بیٹھ گئی اور ایک یا دو چونچیں سمندر میں ماریں حضرت خضرؑ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا، دیکھو میرے اور تمہارے علم سے اللہ تعالیٰ کے علم میں اتنی بھی کمی نہ ہوئی جتنی چڑیا کی ایک دو چونچوں سے سمندر میں کمی ہوئی۔

کشتی چلی جارہی تھی، حضرت خضرؑ نے بیٹھے ہی بیٹھے کشتی میں ایک سوراخ کردیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، واہ یہ تو آپ نے بڑی خطرناک بات کی، بیٹھے بیٹھے کشتی میں شگاف کردیا، اب بتایئے یہ سوار ڈوبیں گے یا رہیں گے۔

ملاح نے تو ہم پر یہ احسان کیا کہ مفت ہم کو سوار کرلیا اور آپ نے اس کے سلوک کا یہ بدلہ دیا کہ اس بیچارے کی کشتی خراب کردی اور بیٹھنے والوں کے لیے بھی مصیبت کا سامان کردیا۔

حضرت خضرؑ نے کہا "میں نے تو پہلے ہی سمجھ لیا تھا کہ آپ صبر نہ کر سکیں گے، اور اسی لیے خاموش رہنے کی شرط لگائی تھی"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا غلطی ہوئی معاف کر دیجیے آئندہ ایسا نہ ہوگا۔

پھر وہ دونوں آگے بڑھے، راستہ میں ایک لڑکا نظر آیا، جو کئی لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، حضرت خضرؑ نے اس لڑکے کو پکڑ کر قتل کر ڈالا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، واہ جناب یہ تو آپ نے بڑی بے جا حرکت کی کہ ایک بے گناہ بے قصور لڑکے کو آپ نے قتل کر ڈالا۔

حضرت خضرؑ نے کہا، پھر وہی بات، میں سمجھتا تھا کہ آپ صبر نہ کر سکیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، بھول ہوگئی، معاف کیجیے، اگر پھر ایسا کروں تو نا قابل معافی سمجھ کر علیحدہ کر دیجیے گا۔

پھر دونوں چلتے چلتے ایک بستی میں پہونچے اور وہاں کے لوگوں سے کھانے کا سوال کیا، مگر وہاں کے رہنے والے ایسے کم ہمت اور بے حمیت تھے کہ کسی نے ایک وقت کی مہمانی بھی قبول

نہ کی، دونوں ایسے ہی بھوکے پیاسے چلے جا رہے تھے، اس اثنا میں ایک دیوار نظر آئی جو بالکل گرا چاہتی تھی۔

حضرت خضرؑ نے جلدی سے بڑھ کر اپنے ہاتھوں سے اسے درست کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، واہ! آپ نے ان سے کھانا مانگا تو انہوں نے صاف انکار کر دیا اور آپ نے ان کی دیوار درست کر دی، اگر آپ کو یہ کام کرنا تھا تو اجرت پر کرتے تاکہ ہمارا کام نکلتا، ایسے بے مروت لوگوں سے تو ضرور اجرت لینی چاہئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک بیان کر کے فرمایا، اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے، اگر وہ صبر سے کام لیتے تو ہم کو بہت سی باتوں کا علم ہو جاتا، یہ فرما کر پھر قصہ بیان فرمایا۔

تینوں واقعوں کی تاویل

حضرت خضرؑ نے کہا، اے موسیٰ اب آپ ہم سے جدا ہوتے ہیں، لیکن جدا ہونے سے پہلے ہم آپ کو وہ باتیں بتائے دیتے ہیں جن پر آپ صبر نہ کر سکے۔

(۱) وہ کشتی جس پر ہم اور آپ سوار تھے، وہ بیچارے ایک

غریب ملاح کی تھی، اس کی اجرت پر وہ بیچارا گزر کرتا تھا، اور دریا پار ایک بادشاہ تھا، اس کا قاعدہ تھا کہ جو اچھی کشتی دیکھتا تھا زبردستی اس پر قبضہ کرلیتا تھا، اس لیے میں نے عیب پیدا کردیا کہ اب تو یہ کشتی بچ جائے گی۔

(۲) جس لڑکے کو میں نے قتل کیا اس کا معاملہ یہ تھا کہ اس کے والدین مسلمان تھے اور وہ لڑکا آگے بڑھ کر کافر ہوتا میں ڈرا کہ والدین کہیں لڑکے کی محبت میں آکر کفر نہ اختیار کرلیں، سو اسی بنا پر میں نے اس لڑکے کو قتل کرڈالا کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں ان کو بہتر اولاد عطا فرمائے۔

(۳) دیوار درست کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ دیوار دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے خزانہ مدفون تھا اور ان دونوں کے ساتھ بھلائی کرنے کا اصل منشا یہ تھا کہ ان دونوں کا باپ بہت نیک صالح تھا، اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کا خزانہ محفوظ رہے، جب یہ دونوں جوان ہوجائیں تو اپنے اس خزانہ پر قابض ہوں اور اس سے فائدہ اٹھائیں، کوئی دوسرا اس پر قابض نہ ہوسکے، اگر وہ دیوار گر پڑتی تو خزانہ کس طرح محفوظ رہ سکتا اور میں نے یہ سب کام اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیے، یہ باتیں تھیں جن پر آپ صبر نہ کرسکے"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سمجھ گئے کہ بے شک اللہ کے علم اور اس کی مصلحتوں کو کوئی جان نہیں سکتا، بے شک اللہ کا علم انسان کے احاطہ سے باہر ہے۔

ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ ہم بڑے عالم ہیں ہم سے زیادہ کسی کو علم نہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ پورا علم کسی کو نہیں، علم ایسی چیز ہے جس کی تھاہ نہیں، اگر ساری عمر آدمی علم حاصل کرے پھر بھی پورا علم حاصل نہیں کرسکتا، علم وہ سمندر ہے جس کی تہہ تک پہونچنا انسان کے بس کی بات نہیں۔

بخیل کا انجام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں ایک شخص قابل ذکر ہے جس کا نام قارون تھا، قارون بڑا مالدار اور صاحب سطوت آدمی تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنی وافر دولت عطا فرمائی تھی جس کا کچھ حساب نہیں، اس کے خزانہ کی کنجیاں بڑے بڑے طاقتور مل کر اٹھاتے تھے تو تھک جاتے تھے پھر جس کے خزانہ کی کنجیاں اتنی ہوں کہ کئی طاقتور مل کر اٹھائیں اور تھک جائیں تو اس کے مال و دولت کا کیا پوچھنا۔

اللہ اکبر! اللہ کے خزانے بھرے اور پرے جس کو جتنا چاہے

عطا فرمائے، دولت کی بارش کردے، پھر بھی اس کے خزانہ میں ذرہ برابر کمی نہ ہو۔

قارون دولت پاکر سب کچھ بھول گیا، نہ اللہ یاد آیا نہ رسول، نہ آخرت کی فکر ہوئی، نہ موت کا دھیان آیا، نہ قبر یاد آئی نہ حشر، بس مال کے سوا اسے کچھ یاد نہ تھا، اسی کو جمع کرنے کی فکر، اسی کے بڑھانے کا خیال اور اسی کو گن گن کر رکھنے کی دھن۔

لوگ اسے سمجھاتے تھے کہ اتنا نہ اتراؤ، اترانے والوں کو اللہ تعالیٰ بہت ناپسند فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے تم کو دولت عطا فرمائی ہے تو تم کو بھی چاہیے کہ اس کی بخششوں اور مہربانیوں کا شکر ادا کرو، اس نے تم پر اتنا بڑا احسان کیا ہے، تو تم بھی تو کچھ اس کے احسان کا حق ادا کرو، اور اس حق کی ادائیگی کی صورت یہی ہے کہ اس مال کو اچھے کاموں میں صرف کرو، محتاجوں کی خبر لو، یتیموں، بیواؤں، کے پیٹ بھرو، صدقہ خیرات کرو تاکہ دنیا میں بھی تمہارا بھلا ہو، مال و دولت میں ترقی ہو، آخرت میں بھی تم کو اپنی نیکیوں کا بڑا ذخیرہ ملے اور ظلم و زیادتی سے باز آؤ، اللہ تعالیٰ ظلم و زیادتی کو بہت ناپسند فرماتا ہے۔

قارون نے کہا، واہ یہ دولت تو میں نے اپنے ایک ہنر کی

بدولت حاصل کی ہے، اپنے قوت بازو سے کمائی ہے، اس میں بھلا کس کا حق ہوسکتا ہے اس میں کسی کا حق نہیں ہوسکتا۔

کوئی اس سے پوچھے کہ یہ ہنر تجھ کو کیسے حاصل ہوا آخر اس علم کا سکھانے والے بھی تو کوئی ہے یا آپ ہی آپ تجھ کو حاصل ہوگیا، اور اس علم کو تیرے لیے کامیاب بنانے والا بھی تو کوئی ہے، ورنہ لاکھوں ایسے ہیں، کہ محنت کرتے ہیں اور اپنی محنت کا صلہ کچھ نہیں پاتے۔

افسوس! جو دنیا کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں، جو دنیا کی محبت میں سرشار ہوجاتے ہیں تو پھر نہ انھیں زمانہ کی کوئی ٹھوکر ہوشیار کرسکتی ہے نہ ہوا کا کوئی جھونکا انہیں بیدار کرسکتا ہے، نہ کسی واعظ کی کوئی نصیحت کارگر ہوتی ہے۔

خواب غفلت میں مدہوش پڑے رہتے ہیں، خواہ دنیا کہیں سے کہیں پہونچ جائے، انقلاب زمانہ کو الٹ پلٹ کردے مگر وہ اپنے حال میں مست ہیں۔

دین کی سمجھ سے بے بہرہ، عقل سے کوسوں دور، آنکھیں ہوتے ہوئے بھی چوپٹ، لیکن دنیا کے لیے بڑے سمجھ دار، بہت ہوشیار، خوب نئی نئی ترکیبیں سوجھتی ہیں، نئے نئے خیال پیدا ہوتے

ہیں، نئی نئی ایجادیں ہوتی ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ دو آنکھوں کے بجائے چار آنکھیں ہوگئیں۔

جب قارون شان وشوکت کے ساتھ باہر نکلتا تو جاہل اور بے وقوف اور دنیا پر جان دینے والے لوگ اس کو رشک وحسد کی نگاہوں سے دیکھتے، اور کڑھتے تھے، کہتے تھے کہ قارون کتنا خوش نصیب ہے، قارون کتنا صاحب نصیب ہے، کاش ایسا اقبال قارون کی طرح ہم کو بھی عطا ہوتا تو آج یہی شان وشوکت ہم کو بھی نصیب ہوتی۔

لیکن جو اللہ سے ڈرتے تھے، دین دار اور پرہیزگار تھے، جن کو آخرت کی فکر تھی، عذاب وثواب کو سمجھتے تھے، وہ کہنے لگے، تمہاری خرابی ہو، تم اس پر رشک کرتے ہو، اور اس کے خواہشمند ہو، اس دنیا کی دولت کی ہوس ہے اور آخرت کی فکر نہیں، سمجھ لو کہ جس دنیا کے تم طالب ہو، وہ دھوکہ کی ٹٹی ہے، نہ اس نے کسی سے وفا کی ہے نہ تم سے کرے گی، تو پھر اس ناپائدار اور بے وفا دنیا کی فکر میں گھلنے سے کیا فائدہ، اس چیز کو طلب کرو، اور اس چیز کی فکر کرو، جو پائدار ہے اور جہاں تم کو ہمیشہ رہنا ہے، ثواب آخرت اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرو کہ جس سے تمہاری دنیا بھی بنے اور آخرت بھی۔

مگر دنیا کے طالب، اور دنیا پر جان دینے والے ایسی بات کہاں سن سکتے ہیں، اور سن بھی لیں تو ماننے والے کب ہیں۔

اب قارون کا حال سنو! اس کا انجام یہ ہوا کہ وہ ایک دن مع مال واسباب اور مع گھربار کے زمین میں دھنس گیا۔

نہ مال اس کے کام آیا، نہ اس کو کوئی بچا سکا۔

جس دولت کے پیچھے اس نے اپنی جان کھپائی رات دن ایک کر دیئے، گن گن کے رکھا، جوڑ جوڑ کے بڑھایا، جمع کرنے کی خواہش، کمانے کی دھن، وہی دولت اس کے لیے وبال جان بن گئی، اور اسی دولت نے اس کی دنیا وآخرت دونوں بگاڑ دی۔

وہ لوگ جو قارون پر رشک کرتے تھے، اور تمنا کرتے تھے کہ کاش اس کی سی دولت ہم کو بھی ملتی تو ہم بھی اس طرح کے عیش وآرام کی زندگی گزارتے قارون کا انجام دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہا:

اللہ کا شکر ہے کہ ہم کو ایسی منحوس دولت نہ ملی، ورنہ ہمارا بھی یہی انجام ہوتا، اور یہی گت ہماری بھی بنتی جیسے قارون کی بنی ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ ہم پر احسان نہ کرتا، ہماری یہ خواہش اور منہ مانگی مراد پوری فرما دیتا تو ہم بھی قارون کی طرح زمین کا پیوند ہوتے اور کوئی ہمیں بچا نہ سکتا۔

ہم قارون کو کتنا خوش نصیب سمجھتے تھے، آج معلوم ہوا کہ وہ بڑا ہی بد بخت، بڑا ہی بد نصیب اور پاپی تھا جس کو نہ دنیا ملی نہ آخرت! اللہ ایسی بدبختی سے سب کو بچائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد بنی اسرائیل صحرا کی خاک چھانتے اور اپنے کرتوت کی سزا بھگتتے رہے، مارے مارے پھرے اور دشت وجبل کی مصیبتیں سہتے عمر گزر گئی۔

ہمیشہ سرکشوں اور نفس پرستوں کا یہی حال رہا اور یہی انجام ہوا، اللہ تعالیٰ ہم کو اچھے کاموں کی توفیق عطا فرمائے اور برے کاموں، برے ارادوں اور بری نیتوں سے محفوظ رکھے اور خاتمہ ایمان پر کرے اور صالحین میں ہمارا شمار کرے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، سَلَامٌ عَلَى مُوسىٰ وَهَارُوْنَ، إِنَّا كَذَالِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ، إِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُوْمِنِيْنَ ○